



كُتُبُ الْحَقِّ

لفضيلة الشيخ
عبد الرحمن بن حماد العمر
1354 - 1473 هـ

من إصدارات



مؤسسة عبد الرحمن بن حماد العمر
ABDULRAHMAN H. AL-OMAR CHARITABLE FOUNDATION

جمعية خدمة المحتوى
الإسلامي باللغات



أردو



ح

جمعية خدمة المحتوى الإسلامي باللغات ، ١٤٤٣ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

العمر ، عبدالرحمن بن حماد

دين الحق - لغة اردو . / عبدالرحمن بن حماد العمر ؛ جمعية خدمة

المحتوى الإسلامي - ط ١ . - الرياض ، ١٤٤٣ هـ ،

٢٧٠ ص ؛ ١٤ × ٢١ سم

ردمك : ٩٧٨-٦٠٣-٠٤-١١٥٧-٣

١- العقيدة الاسلامية أ. جمعية خدمة المحتوى الإسلامي (مترجم)

ب.العنوان

١١٦٩٨ / ١٤٤٣

ديوي ٢٤٠

شركاء التنفيذ:



دار الإسلام جمعية الرينة رواد الترجمة المحتوى الإسلامي

يتاح طباعة هذا الإصدار ونشره بأي وسيلة مع

الالتزام بالإشارة إلى المصدر وعدم التغيير في النص.

Tel: +966 50 244 7000

@ info@islamiccontent.org

Riyadh 13245- 2836

www.islamhouse.com

شروع کرنا ہوں اللہ کے نام سے جو برا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

مقدمہ اور ہدیہ

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا
پالنے والا ہے، اور درود و سلام ہو تمام رسولوں پر، اور حمد و صلاۃ کے
بعد:

یہ راہ نجات پر گامزن ہونے کی یہ ایک دعوت ہے جسے
ہم سر سوجھ بوجھ رکھنے والے شخص کی خدمت میں اس امید پر
پیش کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے گم گشتہ راہ کو
ہدایب یاب فرمائے اور ہمارے اور ان تمام لوگوں کے لیے باعبر
احر و ثواب بنائے جو اس کی نشر و اساعف میں حصہ لیں، سو اب
میں کہتا ہوں اور اللہ ہی بہتر مددگار ہے۔

اے عقل و فہم رکھنے والے انسان! جان لے کہ اس دنیوی
زندگی میں یا احروی زندگی میں جو مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے



اس میں تجھے کامیابی اور نیک بختی اس وف حاصل ہو سکتی ہے
 حب تو اپنے اس رب کی معرفت حاصل کر لے جس نے تجھے اور
 ساری کائنات کو پیدا فرمایا اور تو اس پر ایمان لے آئے اور تو
 صرف اسی کی عبادت کرے، اور تو اس نبی برحق کی معرفت
 حاصل کرے جسے اللہ تعالیٰ نے تجھے اور تمام انسانوں کو راہِ راست
 پر لانے کے لیے مبعوث فرمایا ہے پس تو اس پر ایمان لائے اور
 اس کی اتباع کرے، پھر اس دین برحق کی مکمل معرفت حاصل
 کرے جس کا اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم فرمایا ہے اور اس پر تو ایمان
 لائے اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہو۔

زیرِ نظر کتاب ”دینِ حق“ ان تمام اہم و عظیم امور پر
 مشتمل ہے جن کا جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا تیرے لئے
 ضروری ہے، اور ہم نے حاشیہ میں بعض ان عبارتوں اور مسائل
 کی مرید تشریح و تفصیل دے دی ہے جو قدرے تشریح طلب
 تھے۔ (دوسری طرف) ہم نے اس پوری کتاب میں قرآنِ کریم کی



آیات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث پر اعتماد کرتے ہوئے دلائل پیش کیے ہیں، کیوں کہ یہی دونوں چیزیں اس دین حق کے مآخذ ہیں جس کے سوا کسی کا کوئی دین اللہ کو قبول نہیں ہے۔

اور میں نے اندھی تقلید سے اجتناب کیا ہے جس نے بہتوں کو گمراہ کیا ہے، بلکہ ہم نے بعض ان باطل و گمراہ فرقوں پر روشنی ڈالی ہے جو برحق ہونے کے دعویدار ہیں حالانکہ وہ حق سے دور ہیں، ایسا ہم نے اس لیے کیا ہے تاکہ جو مواقف وغیرہ ان فرقوں کی جانب منسوب ہیں وہ سب ہوشیار ہو جائیں۔ اور اللہ مجھے کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے۔

از: مغفرت الی کا بندہ محتاج

عبد الرحمن بن حماد آل عمر

استاذ شعبہ دینیات



فصل اول: اللہ، خالق عظیم کی معرفت

اے عقل و فہم رکھنے والے انسان! جان لے کہ جس ذات پاک نے تجھے عدم سے وجود بخشا، اور تجھے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا وہی اللہ ہے جو ساری کائنات کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ⁽¹⁾ پر ایمان رکھنے والے عقلمند لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اسے نہیں دیکھا ہے لیکن ایسے دلائل سے واقفیت رکھتے ہیں جو اس کے وجود پر نیز اس کے خالق کائنات ہونے اور نظام حیات چلانے پر سہاہ ہیں، ان دلائل میں سے چند یہ ہیں:

پہلی دلیل:

(1) لفظ ”تعالیٰ“ اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تعریف کے لیے اور اسے پاکی و بلندی کی صفت سے متصف کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔



کائنات، انسان اور زندگی: یہ تینوں چیزیں حادث ہیں، جن کی ابتدا اور انتہا ہے اور اپنے وجود کے لیے دوسرے کی محتاج ہیں۔ اور جو چیز حادث اور محتاج ہو وہ مخلوقات کے قبیل سے ہوئی اور جو چیز مخلوق ہوئی تو بدیہی طور پر اس کے خالق کا ہونا ضروری ہے، اور یہ عظیم خالق اللہ وحدہ کی ذات پاک ہے جس نے خود اپنے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ساری کائنات کا خالق اور اس کے نظام کو چلانے والا ہے۔ اور اس کا علم ہم کو ان آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہوا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا۔

اور اللہ کے رسولوں نے لوگوں کو اللہ کے کلام کی تبلیغ کی اور انہیں اس پر ایمان اور تنہا اس کی عبادت کی دعوت دی۔ چنانچہ قرآن عظیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”بے شک تمہارا پروردگار وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ



دنوں میں پیدا کر دیا، پھر عرش پر مستوی ہو گیا، ڈھانپ لیتا ہے رات سے دن کو، وہ جلدی سے اسے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور ستاروں کو (اسی نے پیدا کیا) سب اس کے حکم کے تابع ہیں، یاد رکھو اسی کے لیے خاص ہے آفرینش بھی اور حکومت بھی، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔“ [الأعراف: 54]

آیت کریمہ کا اجمالی معنی:

اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہی ان کا رب ہے جس نے انھیں اور آسمانوں اور زمین کو بھی چھ



دنوں میں پیدا کیا⁽¹⁾۔ اور یہ خبر دے رہا ہے کہ وہ عرش پر مستوی⁽²⁾ ہے۔

(1) بتدریج پیدا کرنے میں اللہ کی کوئی حکمت مضمر ہے ورنہ تو وہ چشم زدن میں خلقت پر قادر ہے کیوں کہ اس کی شان یہ ہے کہ جب کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ”کن“ کہہ دیتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔

(2) ”استوی“ کے معنی عربی زبان میں جو کہ قرآن کی زبان ہے کسی چیز کے مستوی اور مرتفع ہونے کے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا اسی انداز سے ہے جو اس کے شایان شان ہے جس کی کیفیت سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا، اور ”استوی“ کے معنی ”استولی“ قابض ہونے کے نہیں ہیں، جس طرح کہ استولی علی الملک کہا جاتا ہے، یعنی حکومت پر قبضہ کرنا، یہ معنی وہ گمراہ لوگ مراد لیتے ہیں جو ان صفات باری تعالیٰ کی حقیقت کے منکر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے لیے یا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے لیے بیان فرمائے ہیں، وہ اس خام خیالی میں ہیں کہ اگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات حقیقی معنوں میں مراد لیا تو اس کی مخلوق سے مشابہت ہو جاتی ہے، حالانکہ یہ خیال باطل ہے کیوں کہ مشابہت تو اس



اور عرش سارے آسمانوں کے اوپر ہے، جو سب سے زیادہ عظیم اور وسیع ترین مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ اس عرشِ عظیم پر مستوی ہے اور اپنے علم اور سمع و بصر کے ذریعہ ساری مخلوقات کے ساتھ ہے اور مخلوق کی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا کہ رات دن کو اپنی تاریکی سے ڈھانپ لیتی ہے اور جلدی سے اسے آلیتی ہے، اور اس نے سورج و چاند اور ستاروں کو پیدا کیا اور اسی کے ہدایت

صورت میں ہوتی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ اس کی یہ صفت مخلوق کی فلاں صفت جیسی ہے، لیکن اس کو اس طرح جو اس کے شایانِ شان ہو بغیر تاویل و تفویض اور بلا تمثیل و تعطیل کے تسلیم کریں تو اس میں کسی طرح کی مشابہت نہیں ہوتی اور یہی انبیاء کرام کا طریقہ ہے جس پر سلف صالحین گامزن رہے اور یہی راہ حق ہے جس پر ہر مسلمان کو چلنا چاہیے۔ اگرچہ لوگوں کی اکثریت اس طریقہ کو چھوڑے ہوئے ہے۔



کے مطابق یہ سب اپنے اپنے دائرے میں چکر لگاتے ہیں۔ مزید یہ بتایا کہ وہی تنہا ساری کائنات کا خالق ہے اور اسی کا حکم چلتا ہے، اور وہ اپنی ذات و صفات میں عظیم اور کامل ہے جو ہمیشہ خیر و بھلائی سے نوازتا رہتا ہے اور وہ سارے جہان کا رب ہے جس نے جس نے سب کو عدم سے وجود بخشا اور انہیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے۔

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اور اس کی نشانیوں میں رات ہے اور دن ہے اور سورج ہے اور چاند ہے (بس) تم لوگ نہ سورج کو پوجو اور نہ چاند کو بلکہ صرف اللہ ہی کو پوجو جس نے ان سب کو پیدا کیا اگر واقعی اس کی بندگی کرنے والے ہو۔“ [فصلت: ۳۷]



آیت کریمہ کی اجمالی تشریح:

اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ میں ان علامتوں کی نشاندہی فرما رہا ہے جو اس کی ذات پاک پر دلالت کرتی ہیں، جیسے رات و دن، سورج و چاند، اور سورج و چاند کی عبادت سے منع فرما رہا ہے کیوں کہ یہ دونوں تمام دوسری مخلوقات جیسی ایک مخلوق ہیں اور کوئی مخلوق عبادت کے لائق نہیں، اور سجدہ بھی عبادت کی ایک قسم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس آیت اور اس کے علاوہ آیتوں میں تمام لوگوں کو صرف اپنی ذات واحد کے لئے سجدہ کا حکم فرما رہا ہے کیوں کہ در حقیقت وہی ساری کائنات کا خالق اور نظام چلانے والا اور ساری عبادتوں کا سزاوار ہے۔



دوسری دلیل:

اللہ ہی نے مذکر اور مؤنث پیدا کئے ہیں، چنانچہ مذکر اور مؤنث کا وجود اللہ کے وجود پر دلیل ہے۔

تیسری دلیل:

زبانوں اور رنگوں کا ایک دوسرے سے مختلف ہونا: چنانچہ دنیا میں ایسے دو شخص نہیں ملیں گے جن کی آواز یا رنگ یکساں ہو، بلکہ یقینی طور پر کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہو گا۔

چوتھی دلیل:

قسمتوں کا مختلف ہونا: یہ مالدار ہے تو دوسرا فقیر ہے، یہ رئیس ہے اور وہ ملازم ہے، حالاں کہ ان میں سب ہی صاحب عقل و فہم ہیں اور مالداری، بلند مرتبہ اور حسین و جمیل بیوی کے حریص ہیں، لیکن بایں ہمہ ہر شخص دوسرے



سے مال و منصب میں مختلف ہے کیوں کہ کوئی بھی شخص محض دنیوی سعادت و مسرت اتنی ہی حاصل کر سکتا ہے۔

جتنا اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت میں لکھا ہے۔ اور ایسا اس عظیم حکمت کے پیش نظر ہے جس کا اللہ سبحانہ⁽¹⁾ نے ارادہ کیا ہے اور وہ یہ ہے: تاکہ لوگوں کا ایک دوسرے کے ذریعہ امتحان لے اور بعض کو بعض کا خادم بنائے تاکہ سب کی مصلحت محفوظ ہو کسی کا کوئی نقصان نہ ہو۔

اور جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سعادت سے نہیں نوازا ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اس کو جنت میں مزید نعمتوں سے نوازے گا جب کہ اس کا ایمان باللہ پر خاتمہ ہوا ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ عام طور پر فقیر کو ایسی خصوصیات

(1) کلمہ 'سبحانہ' یعنی اللہ تعالیٰ ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔



سے نوازتا ہے خواہ وہ نفسانی ہوں یا صحت و تندرستی سے متعلق جو اکثر مالداروں کو بھی نصیب نہیں ہوا کرتی ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کی (عین) حکمت اور (کمال) انصاف ہے۔

پانچویں دلیل:

نیند اور سچے خواب ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سونے والے کو خوش خبری یا ڈراوے کے طور پر غیب کی بعض باتوں سے آگاہ کرتا ہے۔

چھٹی دلیل:

”روح“ ہے جس کی حقیقت سوائے تنہا اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔

ساتویں دلیل:



انسان: اور جو اس کے جسم میں حواس، اعصابی نظام، دماغ اور نظام ہاضمہ وغیرہ ہیں۔

آٹھویں دلیل:

اللہ تعالیٰ مردہ زمیں پر بارش نازل فرماتا ہے پس زمین طرح طرح کے سبزے اور درخت اگاتی ہے جو رنگ و روپ، منافع اور مزے میں ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ یہ چند نمونے ان سیکڑوں دلائل میں سے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں تذکرہ فرمایا ہے اور جن کے بارے میں اس نے خبر دی ہے کہ یہ ثابت شدہ دلائل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے وجود اور اس کے ساری کائنات کے خالق اور مدبر ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

نویں دلیل:



وہ فطرتِ سلیمہ جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے وہ اپنے خالق و مدبر اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے پر پورا ایمان و یقین رکھتی ہے اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے اور اپنے آپ کو بدبختی کی طرف لے جا رہا ہے، مثال کے طور پر لادینی نظریات کا رکھنے والا شخص⁽¹⁾ دنیا میں بھی بدبختی کی زندگی گزارتا ہے اور مرنے کے بعد بھی جہنم رسید ہوگا۔ کیوں کہ اس نے اپنے رب کی تکذیب کی جس نے اسے عدم سے وجود بخشا اور نعمتوں سے نوازا، ہاں مگر وہ شخص جو توبہ کر لے اور اللہ، اس کے دین اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے۔

دسویں دلیل:

(1) اور اسی طرح: ملحد ہے۔



بعض مخلوقات مثلاً بکریوں کی نسل میں برکت عطا فرمانا اور اس کے برعکس بعض مخلوقات مثلاً کتے اور بلی کو اس برکت سے محروم رکھنا (بھی اللہ تعالیٰ کے وجود کی ایک اہم دلیل ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے کہ وہ:

اول ہے جس کی کوئی ابتدا نہیں، اور وہ ہمیشہ ہمیش رہنے والی ذات ہے جو نہ کبھی مرنے والی اور نہ ختم ہونے والی ہے، جو بذات خود غنی ہے کسی دوسرے کی محتاج نہیں، وہ تنہا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”آپ کہہ دیجیے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک (ہی) ہے۔“ ”اللہ بے نیاز ہے۔“ ”نہ اس کی کوئی اولاد ہے، نہ وہ کسی کی اولاد



ہے۔“ اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔“ [الإخلاص: 1،
4]

آیتوں کا معنی:

جب کفارِ مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی
صفات کے متعلق دریافت کیا تو اللہ نے آپ پر یہ سورت
نازل کی اور ان آیتوں میں میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ
کو حکم فرمایا کہ ان سے یہ کہیں کہ:

اللہ تعالیٰ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اللہ تعالیٰ
کی ذات ہمیشہ ہمیش زندہ رہنے والی اور کائنات کا نظام چلانے
والی ہے، اسی کے لیے ساری کائنات کی سرداری ہے، اور
لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے
صرف اسی کی طرف رجوع کریں۔



جو نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے، اور یہ صحیح نہیں ہے کہ اس کا کوئی لڑکا ہو یا لڑکی، باپ ہے یا ماں، بلکہ اس نے اس سورہ میں اور دیگر سورتوں میں بھی ان تمام چیزوں کی اپنی ذات پاک کی طرف نسبت کی شدید طور پر نفی فرمائی ہے، کیوں کہ شجرۂ نسب اور پیدائش کا ہونا مخلوقات کی صفات میں شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے اس نظریہ کی کہ ”حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں“ اور یہودیوں کے اس عقیدہ کی کہ ”عزیر اللہ کے لڑکے ہیں“ شدید نکیر و تردید فرمائی ہے، اسی طرح بعض لوگوں کے اس قول باطل کی کہ ”فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں“ مذمت فرمائی ہے۔

اور اس نے بتلایا ہے کہ اسی نے حضرت عیسیٰ کو اپنی قدرت سے اسی طرح بغیر باپ پیدا فرمایا ہے جس طرح کہ



حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے اور حضرت حوا کو حضرت آدم کی پسلی سے پیدا فرمادیا، پھر ان کی اولاد یعنی ساری انسانیت کو ماں باپ کے نطفہ سے پیدا فرمایا۔ ابتدائے آفرینش میں ہر چیز کو عدم سے وجود بخشا پھر اس نے اپنی مخلوقات کے سلسلہ میں ایسا نظام مقرر فرمادیا جس میں کوئی شخص تبدیلی نہیں کر سکتا اور اسی باریک قانون فطرت کے تحت وہ چیز معرض وجود میں آتی ہے، مگر یہ کہ خود اللہ تعالیٰ ہی اس نظام و قانون سے ہٹ کر اگر کوئی چیز پیدا کرنا چاہے تو بغیر کسی رکاوٹ کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔

جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر دیا جو ماں کی گود میں ہی بول رہے تھے، اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو سنگتے ہوئے سانپ میں تبدیل فرما دیا، اور جب انھوں نے اپنے اسی عصا سے سمندر کو مارا تو اس میں



راستہ بن گیا، جس پر سے وہ اور ان کی قوم سمندر عبور کر گئی، اور نبی کریم ﷺ کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا اور جب آپ ﷺ درخت کے پاس سے گزرتے تھے تو وہ آپ ﷺ کو سلام کرتا تھا، اور جانور آپ کی نبوت و رسالت کی باواز بلند شہادت دیتا تھا جسے لوگ اپنے کانوں سے سنتے تھے، وہ کہتا : میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ کو براق پر سوار کر کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جایا گیا، پھر وہاں سے آسمانوں تک حضرت جبریل کی معیت میں لے جایا گیا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ سے کلام فرمایا اور پانچ وقت کی نمازوں کا تحفہ لے کر مسجد حرام واپس تشریف لائے، اور اس سفر میں جو صرف ایک رات کا تھا فجر سے پہلے ہر آسمان پر رہنے والوں



سے متعارف ہوئے، اسراء معراج کے واقعہ کی تفصیلات قرآنِ کریم اور کتب احادیث و تاریخ میں موجود ہیں۔



اللہ تعالیٰ نے جن صفات سے اپنی ذات پاک کو متصف کیا ہے اور جن صفات کو رسول اللہ نے بیان فرمایا ہے:

۱- سننا، دیکھنا، علم رکھنا، قدرت رکھنا، اور ارادہ کرنا بھی ہے، چنانچہ وہ ہر چیز کو سنتا اور دیکھتا ہے اور کوئی بھی چیز اس کے سننے اور دیکھنے میں مانع نہیں ہے۔

اور رحم کے اندر کی چیزیں اور سینے میں چھپے ہوئے راز، اور جو کچھ ہو چکا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کا بخوبی علم اور واقفیت رکھتا ہے۔ وہ ذات ایسی قادر مطلق ہے کہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتی ہے تو 'کن' (ہو جا) کہتی ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔

۲- کلام بھی اللہ کی صفت ہے، چنانچہ وہ جس طرح اور جیسے چاہتا ہے کلام فرماتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہم کلام ہوا، اور نبی اکرم ﷺ سے بھی کلام فرمایا، اسی



طرح قرآن کریم مع اپنے حروف و معانی کلام الہی ہے جسے نبی اکرم ﷺ پر نازل فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور مخلوق نہیں ہے جیسا کہ گمراہ فرقہ معتزلہ⁽¹⁾ کا نظریہ ہے۔

(اللہ تعالیٰ نے جن صفات سے اپنی ذات پاک کو متصف کیا ہے ان میں):

۳۔ چہرے کا ہونا، دونوں ہاتھوں کا ہونا، مستوی ہونا، نزول فرمانا⁽²⁾ خوش ہونا اور ناراض ہونا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے

(1) معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے جس نے اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں تحریف کی اور ان کے معانی میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مراد کے برخلاف تاویل سے کام لیا۔

(2) جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا رب ہر رات آسمان دنیا پر اترتا ہے اور اعلان کرتا ہے: ”ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا جس کی میں دعا قبول کروں؟ ہے کوئی مجھ سے



مومن بندوں سے راضی اور خوش ہوتا ہے اور کفار اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے ناراض اور غصہ ہوتا ہے۔ اور اس کا راضی ہونا اور غصہ ہونا اس کی دیگر صفات کی طرح اس کی شایانِ شان ثابت ہیں، جو مخلوق کی صفات سے مشابہ نہیں، اور نہ ہی ان کی تاویل کی جاسکتی ہے اور نہ کیفیت بیان کی جاسکتی ہے۔

قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ مومنین میدانِ محشر میں اور جنت میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا قرآن کریم اور احادیث میں تفصیل سے ذکر آیا ہے وہاں اس کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔

مانگنے والا جس کو میں عطا کروں؟ ہے کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا جس کو میں بخش دوں؟“۔ [بخاری (7494)، مسلم (758)، ترمذی (3498)].



جن و انس کے پیدا کرنے کا مقصد:

اے عقل والے! جب تم نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو اس کا بھی یقین رکھ کہ اس نے تم کو ایسے ہی بلاوجہ پیدا نہیں کیا بلکہ اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: ”اور میں نے تو جنات اور انسان کو پیدا ہی اسی غرض سے کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔“ (۵۶) ”میں ان سے نہ روزی چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھلایا کریں۔“ (۵۷) ”اللہ تو خود ہی سب کو روزی پہنچانے والا ہے، قوت والا ، مضبوط ہے۔“ (۵۸)۔ [الذاریات: ۵۶-۵۸]

آیات کریمہ کی اجمالی تفسیر:



اللہ تعالیٰ پہلی آیت میں یہ بیان فرما رہا ہے کہ اس نے جنات⁽¹⁾ و انسان کو صرف اپنی ذات واحد کی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ اور دوسری و تیسری آیت میں یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ اپنے بندوں سے مستغنی ہے اور ان سے کسی طرح کے کھانے اور روزی کی خواہش نہیں رکھتا بلکہ وہ تو ایسی قادر ذات پاک ہے جو سب کو روٹی روزی دیتا ہے اس کے علاوہ کوئی کسی کو رزق فراہم نہیں کرتا، وہی بارش برساتا ہے، اور زمین سے طرح طرح کے اناج اور رزق پیدا فرماتا ہے۔

اور وہ دوسری زمینی مخلوقات جو عقل و فہم نہیں رکھتیں انھیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں (کی خدمت و راحت) کے لیے پیدا

(1) جنات: عقل و فہم رکھنے والی ایک مخلوق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انسان ہی کی طرح عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور وہ ان ہی کے ساتھ روئے زمین پر رہتے ہیں لیکن انسان ان کو دیکھ نہیں پاتے۔



فرمایا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت ان کی مدد سے بحسن و خوبی انجام دیں اور ان کے ساتھ اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق سلوک کریں۔ کائنات کی ساری مخلوقات، اور اس کی ساری نقل و حرکت اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی حکمت کے تحت ہے جس پر قرآن کریم نے روشنی ڈالی ہے اور جس سے ہر صاحبِ علم اپنے علم و بصیرت کے بقدر واقفیت رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر انسانوں کی عمر میں تفاوت کا ہونا، اور روزی میں کمی بیشی کا ہونا، ابتلاء و آزمائش میں ایک دوسرے میں فرق ہونا، ان سب کا فرق و اختلاف اللہ تعالیٰ کی مشیت و مرضی سے ہوتا ہے تاکہ اپنے عقلمند بندوں کا امتحان لے۔ چنانچہ جو شخص راضی برضائے الہی رہا اور قضا و قدر کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا، اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر چلنے کی کوشش کرتا رہا تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی اور وہ



اس کو سعادتِ دنیوی اور مرنے کے بعد اخروی سعادت سے نوازے گا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قضا و قدر کا شکوہ کیا اور اس کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لی اور دنیا و آخرت میں بد بختی کا مستحق ٹھہرا۔

ہم دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو اور اپنی ناراضگی سے محفوظ رکھے۔



موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے، حساب و کتاب، اعمال کے مطابق جزا و سزا اور جنت و جہنم کا بیان:

اے عقلمند شخص! جب تم نے اچھی طرح یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تو اس پر بھی یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان کتابوں میں جن کو اپنے رسولوں پر نازل فرمائی ہیں، بیان فرمایا کہ وہ تم کو موت دینے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کرے گا اور تمہارے دنیاوی نیک و بد اعمال کا مرنے کے بعد بدلہ دے گا اور وہ یومِ آخرت ہوگا جس کو یومِ جزا بھی کہتے ہیں، کیوں کہ انسان موت ہی کے ذریعہ سے دارِ العمل اور دارِ الفناء سے دارِ الجزاء اور دارِ البقاء کی طرف منتقل ہوتا ہے، جب انسان دنیا کی اپنی مقررہ عمر پوری کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ موت کے فرشتے کو اس کی روح کو اس کے جسم سے نکالنے کا حکم دیتا ہے چنانچہ جسم



سے روح نکلنے سے پہلے موت کی سخت ترین تکلیف سے دوچار ہو کر وہ مرجاتا ہے۔

اگر وہ روح اللہ پر ایمان اور اس کی اطاعت گزار بندہ کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے دار النعیم (جنت) میں پہنچا دیتا ہے، اور اگر کافر اور مرنے کے بعد بعثت اور جزا و سزا کا انکار کرنے والے کی ہوتی ہے تو دار العذاب (جہنم) میں پہنچا دیتا ہے، تاآں کہ دنیا کے اختتام کا وقت آجائے اور قیامت قائم ہو جائے اور جو لوگ زندہ بچے ہیں وہ موت کی ابدی نیند سو جائیں، اور سوائے اللہ حی و قیوم کے کوئی ذات زندہ و باقی نہ رہ جائے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ دوبارہ ساری مخلوق یہاں تک کہ حیوانوں کو اٹھائے گا اور سارے جسموں میں روح لوٹا دے گا جو پہلے ہی جیسے ہو جائیں گے، پھر اس کے بعد ان کے دنیوی اعمال پر حساب و کتاب ہوگا اور اسی کے مطابق جزا



وسزا دی جائے گی، کسی عورت و مرد، خادم و مخدوم، امیر و غریب میں کوئی فرق و امتیاز نہ برتا جائے گا اور ذرہ برابر کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہوگی، ظالم سے مظلوم کا حق دلایا جائے گا حتیٰ کہ حیوانات سے باہمی ظلم و زیادتی کا بدلہ چکایا جائے گا، پھر ان سے کہا جائے گا تم سب مٹی ہو جاؤ کیوں کہ جانور جنت و جہنم میں نہ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ جنوں اور انسانوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا چنانچہ مومنین کو جنہوں نے اس کی اطاعت کی اور اس کے رسول کی اتباع کی جنت میں داخل کرے گا، اگرچہ وہ دنیا میں سب سے غریب رہے ہوں اور جھٹلانے والے کفار کو جہنم رسید کرے گا اگرچہ دنیا میں امیر اور باحیثیت رہے ہوں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تم میں اللہ تعالیٰ



کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ شخص ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہے۔“ [الحجرات: 13]

جنت: وہ طرح طرح کی نعمتوں سے بھرپور جگہ ہے جسے انسان بیان نہیں کر سکتا، جس میں سو درجے ہیں اور ہر درجے کے لیے قوت و ایمان اور اللہ کی اطاعت کے اعتبار سے رہائشی ہیں، جنت میں سب سے کم درجہ والا شخص دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہ کے عیش و آسائش سے کئی گنا زیادہ عیش و عشرت میں ہوگا۔⁽¹⁾

(1) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پوچھا کہ سب سے کم درجہ والا جنتی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ شخص ہے جو سب جنتیوں کے جنت میں جانے کے بعد آئے گا اور اس سے کہا جائے گا جنت میں چلا جا۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! کیسے جاؤں؟ وہاں تو سب لوگوں نے اپنے اپنے ٹھکانے بنا لیے ہیں اور اپنی اپنی چیزیں لے لی ہیں۔



دوزخ : اس سے اللہ تعالیٰ ہم کو پناہ دے، وہ گونا گوں عذاب و سزا کا مرکز ہے، جس کے بیان سے قلب و جگر لرز جاتے ہیں اور آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں

اس سے کہا جائے گا کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ تجھے اتنا ملے جتنا دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی بادشاہ کے پاس ہوتا ہے؟۔ وہ کہے گا میں راضی ہوں اے میرے رب!۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: جاتا ہوں نے تجھے دیا ہے اور اتنا ہی اور، اور اتنا ہی اور، اور اتنا ہی اور، اور اتنا ہی اور، اور اتنا ہی اور۔ پانچویں بار میں وہ کہے گا: میں راضی ہوں اے میرے رب!۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یہ بھی تیرے لیے اور اس کا دس گنا اور بھی تیرا ہے۔ اور جو تیرا جی چاہے اور جو تجھے اچھا نظر آئے وہ بھی تیرا ہے۔ وہ کہے گا اے میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ: سب سے بڑے درجے والا جنتی کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ تو وہ لوگ ہیں جن کو میں نے خود چنا اور ان کی بزرگی اور عزت کو میں نے اپنے ہاتھ سے جمایا اور اس پر مہر کر دی۔ نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی انسان کے دل میں کبھی خیال بن کر گزرا ہے۔ رواہ مسلم (189)



اگر قیامت کے بعد دوبارہ موت ہوتی تو محض دوزخ کے دیکھنے ہی سے جہنمی مرجاتے، لیکن موت تو صرف ایک بار آتی ہے، جس کے ذریعہ سے انسان دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے موت، حشر و نشر، حساب و کتاب، جزا و سزا اور جنت و دوزخ کا تفصیل سے نقشہ کھینچا ہے اور اس کی ساری چیزوں کو وضاحت سے بیان کر دیا ہے، جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حساب و کتاب اور جزا و سزا کے برحق ہونے پر بکثرت دلائل موجود ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی میں سے تمہیں پھر دوبارہ نکالیں گے۔“ [طہ: ۵۵]۔ مزید ارشاد الہی ہے: ”اور ہمارے شان میں عجیب



(گستاخانہ) مضمون بیان کیا اور اپنی خلقت کو بھول گیا، کہنے لگا
 کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں۔“
 [یس: ۷۸-۷۹]

ایک جگہ اور اللہ فرماتا ہے: ”جو لوگ کافر ہیں ان
 لوگوں کا خیال ہے کہ وہ (دوبارہ) اٹھائے نہ جائیں گے، آپ
 (ان سے) کہئے ضرور اور قسم ہے میرے پروردگار کی ضرور تم
 اٹھائے جاؤ گے پھر جو کچھ تم کر چکے ہو اس کی تمہیں خبر دی
 جائے گی اور یہ اللہ پر (بالکل) آسان ہے۔“-[التغابن: 7]
 آیات کریمہ کی اجمالی تفسیر:

۱- اللہ تعالیٰ پہلی آیت میں یہ بتانا چاہتا ہے کہ انسان کو
 اس نے زمین سے یعنی مٹی سے پیدا کیا، اور یہ اس طور پر
 ہوا کہ اس کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے
 پیدا فرمایا، اور دوبارہ مرنے کے بعد قبروں میں مٹی ہی میں



ملادے گا اور پھر قبروں سے سبھی کو زندہ کر کے برآمد کرے گا اور ان کا حساب و کتاب لے کر اچھے برے اعمال کا بدلے دے گا۔

۲- اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ان کافروں کی تردید فرما رہا ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں اور انھیں تعجب ہوتا ہے کہ ہڈیاں سڑنے لگنے کے بعد کیسے زندہ ہو جائیں گی اور ان کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ ذات پاک جو پہلی مرتبہ ان کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہی ان کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔

۳- اور تیسری آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ ان ہی کفار و مشرکین کے فاسد گمان کا جواب دے رہا ہے جو کہ بعث بعد الموت کا انکار کرتے ہیں اور اس کو ناممکن تصور کرتے ہیں تو اس کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ



کو حکم فرما رہا ہے کہ ان سے قسم کھا کر یہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ بعث بعد الموت پر قادر ہے اور ان کے اعمال سب سامنے آئیں گے اور اسی کے مطابق بدلہ دیا جائے گا اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بڑی بات نہیں، بلکہ معمولی سی چیز ہے۔

اور ایک دوسری آیت میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ جب بعث بعد الموت اور جہنم کے منکرین کو زندہ کرے گا تو انھیں جہنم میں عذاب دے گا اور ان سے کہا جائے گا۔ ”لو جہنم کے عذاب کا مزہ چکھو جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔“ [السجدة: 20]

انسان کے قول و فعل کا ریکارڈ:

اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی وضاحت کردی ہے کہ انسان جو کچھ بھی اچھا یا بُرا قول و فعل انجام دے گا، چاہے وہ علانیہ



ہو یا پوشیدہ طور پر، سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور لوح محفوظ میں آسمان وزمین اور انسان اور دوسری ساری مخلوقات کے پیدا کرنے سے قبل لکھ دیا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ ہر انسان کی نگرانی اور اس کے اچھے برے اعمال لکھنے کے لیے دائیں بائیں دو فرشتے مقرر فرمائے ہیں، دائیں جانب والا فرشتہ نیکیاں لکھتا رہتا ہے اور بائیں جانب والا برائیاں، انسان کا کوئی بھی قول و فعل ان سے فوت نہیں ہوتا اور پھر انسان کے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد قیامت میں اسے وہ محفوظ شدہ ریکارڈ دے دیا جائے گا، چنانچہ وہ اس کو پڑھنے کے بعد کسی ایک چیز کے بھی انکار و تردید کی جرأت نہ کر سکے گا، اور جو شخص کسی چیز کا انکار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے کان، آنکھ اس کے دونوں ہاتھوں، اس کے دونوں پیروں اور اس کی ، کھال سے اس کے کرتوت کی گواہی دلوائے گا۔



قرآن کریم میں مذکورہ باتوں کی تفصیل موجود ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر یہ کہ اس کے آس پاس ہی ایک تاک میں لگا رہنے والا تیار ہے۔“ [ق: 18] مزید ارشاد الہی ہے: ”دراں حالاں کہ تمہارے اوپر (ہماری طرف سے) یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں، وہ جانتے ہیں اس کو جو کچھ تم کر رہے ہو۔“ [الانفطار: 10-12]

آیتوں کی تفسیر:

اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں ایک دہنے طرف نگراں ہے جو اعمالِ حسنہ لکھتا ہے اور دوسرا بائیں طرف سخت ہے جو اعمالِ سیئہ تحریر کرتا ہے۔ اور آخری دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اس نے لوگوں کے ساتھ کچھ معزز فرشتے مقرر کر دیے ہیں



جو ان کے تمام افعال کو لکھتے رہتے ہیں، اور یہ بھی بتایا ہے کہ اس نے ان فرشتوں کو بندوں کے تمام افعال کا علم رکھنے اور انھیں لکھ لینے کی قدرت عطا کی ہے، اور اس کے بغیر بھی اللہ کو بندوں کے تمام افعال کا علم ہے اور ان کے پیدا کرنے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔

شہادت:

ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبودِ برحق نہیں اور اس کی گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، اور اس کی بھی شہادت دیتے ہیں کہ جنت و جہنم حق ہے اور روزِ قیامت کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں، اور اللہ تعالیٰ لوگوں کو حساب و کتاب کے لیے ان کی قبروں سے برآمد کرے گا اور ان کے نیک و بد اعمال کا بدلہ دے گا، اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن



کریم میں ہم کو بتایا ہے یا نبی کریم ﷺ کے ذریعہ ہم تک پہنچایا ہے سب کے سب حرفاً حرفاً برحق ہیں۔

اے عقل و فہم رکھنے والے ہم تجھے اس شہادت پر ایمان لانے کی، اس کا اعلان کرنے اور اس کے معنی پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دے رہے ہیں بس یہی راہ نجات ہے۔



فصل دوم: رسول اللہ ﷺ کی معرفت:

اے عقل و فہم رکھنے والے! جب تم نے یہ جان لیا کہ اللہ رب العزت وہ ذات پاک ہے جس نے تم کو پیدا فرمایا پھر تم کو موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور تمہارے نیک و بد اعمال کے مطابق جزا و سزا دے گا، تو تم اس کے بعد اس پر ایمان و یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف اور سب لوگوں کی طرف رسول بھیجا ہے، اور اس کی اطاعت و فرماں برداری کا حکم دیا ہے اور اس کی بھی وضاحت کردی ہے کہ صحیح اور درست عبادت و اطاعت کی معرفت اسی رسول کی اتباع کے ذریعہ ہی حاصل کی جاسکتی ہے اور اللہ کی شریعت پر اسی وقت عمل پیرا ہوا جاسکتا ہے اور اس کی عبادت کا حق ادا کیا جاسکتا ہے جب اس کی کامل ترین اطاعت کی جائے۔



اور یہ رسولِ کریم جن پر ایمان لانا اور ان کی اتباع کرنا ہر شخص پر واجب ہے وہ خاتم المرسلین اور تمام لوگوں کی طرف اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ”محمد“ نبی امی ﷺ ہیں، جن کی بعثت کی بشارت حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ نے اپنے اپنے زمانے میں دی تھی جس کا تذکرہ تورات و انجیل میں چالیس سے زائد جگہوں پر آیا ہے اور جس کو یہودی اور عیسائی تورات و انجیل میں تحریف سے قبل پڑھتے و پڑھاتے تھے۔⁽¹⁾

اور یہ پیارے نبی ﷺ جو خاتم الانبیاء اور ساری انسانیت کی طرف منصبِ نبوت و رسالت سے مشرف کر کے

(1) ان بشارتوں کی تفصیلات کا جو تورات و انجیل میں وارد ہوئی ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی تصنیف ”الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح“ کی پہلی جلد میں مطالعہ کیا جاسکتا ہے، اسی طرح علامہ ابن القیم کی کتاب ”ہدایۃ الحیاری“ اور سیرت ابن ہشام اور تاریخ ابن کثیر میں ”معجزات النبوة“ میں بھی یہ تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔



مبعوث کیے گئے ہیں ان کا نام نامی اور نسب گرامی: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الہاشمی القرشی ہے۔ جو روئے زمین پر سب سے شریف قبیلہ کے سب سے سچے اور شریف شخص ہیں جن کا شجرہ نسب حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم علیہما السلام سے جاملتا ہے۔ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں ۵۷۰ء میں پیدا ہوئے، آپ نے جس شب آنکھ کھولی، آپ کے پیدا ہوتے ہی ایک عظیم نور سے پوری کائنات روشن ہو گئی، جس سے لوگ ڈر گئے، کتبِ تاریخ میں یہ واقعہ نوٹ کیا گیا، اور قریش کے صنم خانوں میں انقلاب برپا ہو گیا، تراشیدہ بُت اوندھے منہ گر پڑے اور قیصر و کسریٰ کے ایوان ہل گئے، اور دس سے زائد کنگورے ٹوٹ کر گر گئے، اور آتش کدہ فارس بجھ کر ٹھنڈا ہو گیا جو دو ہزار سال سے بجھا نہیں تھا۔



یہ انقلاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے سارے روئے زمین کے باشندوں کے لیے اعلان و انتباہ تھا کہ خاتم الانبیاء والمرسلین کی ولادت باسعادت ہو چکی ہے جو ان بتوں کو پاش پاش کریں گے جن کی اللہ کو چھوڑ کر پوجا ہو رہی ہے اور جو قیصر و کسریٰ کو اللہ واحد کی عبادت اور اس کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دیں گے اور جب وہ اس دعوت پر لبیک کہنے سے انکار کریں گے تو یہ آخری نبی ان سے جہاد کریں گے اور ان کے متبعین ان کا ساتھ دیں گے اور آخر کار یہ لوگ ان طاقتوں سے نبرد آزما ہو کر فتح یاب ہوں گے اور اللہ کے دین کو جو زمین میں اس کا نور ہے پھیلانیں گے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت کے بعد ایسا ہی کیا جیسا کہ اشارہ ہوا تھا۔



اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کچھ ایسی خصوصیات سے نوازا ہے جو دوسرے انبیاء و رسل عظام میں نہیں پائی جاتیں، ان میں سے بعض یہ ہیں:

[۱] خاتم الانبیاء ہونا: آپ ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں، آپ کے بعد کوئی رسول یا نبی نہیں آئے گا۔

[۲] عموم رسالت: آپ ﷺ ساری انسانیت کے لیے رسول بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں اور سارے لوگ امت محمدیہ کہلائے جائیں گے، جس نے آپ کی اطاعت کی وہ جنتی ہوگا اور جس نے آپ کی نافرمانی کی وہ جہنم رسید ہوگا۔ یہودی اور عیسائی بھی آپ کی مکمل اتباع کے مکلف ہیں، اور جنہوں نے آپ کی پیروی نہ کی اور نہ آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائے وہ درحقیقت حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور سارے انبیاء کرام کے منکر ہیں۔ اور موسیٰ، عیسیٰ اور سارے انبیاء ان



پیروکاروں سے اپنی براءت کا اظہار کریں گے جنہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کی کیوں کہ ان انبیاء کرام نے اللہ کے حکم سے نبی اکرم ﷺ کی بعثت کی بشارت دی ہے، اور آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے، اور اس لیے بھی کہ آپ کا دین اسلام سارے انبیاء کرام کا دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت و رسالت کے ذریعہ درجہ کمال کو پہنچا دیا ہے، اس لیے کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد دین اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو اپنائے کیوں کہ دین اسلام ہی آخری اور مکمل دین ہے جس کے ذریعہ اللہ نے تمام ادیان کو منسوخ کر دیا ہے اور دین اسلام ہی تاقیامت محفوظ رہنے والا ہے۔



جہاں تک یہودیت اور عیسائیت کا تعلق ہے تو وہ اپنی اصل شکل میں موجود نہیں، بلکہ ان میں غیر معمولی طور پر تحریف و تبدیلی کی جاچکی ہے، اس لیے جس نے دین اسلام کی پیروی کی وہ موسیٰ و عیسیٰ اور سارے انبیاء کرام کا متبع ہے، اور جس نے دین اسلام کا انکار کیا وہ موسیٰ و عیسیٰ اور سارے انبیاء کا منکر سمجھا جائے گا، بھلے ہی وہ موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام کی اتباع کا دعویٰ کرے۔

یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے علماء اور عیسائیوں کے راہبوں میں سے ذی شعور اور انصاف پسند لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور دین اسلام میں داخل ہونے میں سبقت کی۔



رسول ﷺ کے معجزات⁽¹⁾:

سیرت نگاروں نے آپ کے معجزات پر جو آپ کی رسالت و نبوت کی سچائی ثابت کرنے کے لیے بطور دلیل نمودار ہوئے، اسے شمار کیا ہے، جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ پہنچ جاتی ہے، جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱- مہر نبوت: اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو بنایا تھا۔ مہر نبوت مسوں کے تل کی طرح تھی۔⁽¹⁾

(1) قرآن کی اصطلاح میں معجزات کو ”آیات“ کہا جاتا ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے، لیکن معجزات کا لفظ ہم نے اس لیے استعمال کیا ہے کہ خارق عادات امور کے لیے یہی لفظ استعمال ہوتا ہے۔



۲۔ بادل کا سایہ: جب آپ چلچلاتی دھوپ میں چلا کرتے تھے تو بادل کا ایک ٹکڑا آپ کے اوپر سایہ فگن ہوتا تھا۔

۳۔ کنکری کی تسبیح: آپ ﷺ کے ہاتھوں میں کنکریوں کا تسبیح و تحمید کرنا۔ اور درخت کا آپ ﷺ کو سلام کرنا۔

۴۔ پیشگوئیاں: نبی اکرم ﷺ نے قرب قیامت ہونے والے بعض واقعات کی پیشگوئیاں فرمائی تھیں جو رفتہ رفتہ رونما اور حرفاً حرفاً صحیح ثابت ہو رہی ہیں۔

اور یہ غیبی امور جو نبی کی وفات سے لیکر قیامت تک وجود پذیر ہوں گے اور یہ واقعات جن کا علم اللہ تعالیٰ نے

(1) التلہیل: یہ ٹوکول کی جمع ہے جلد میں چنے کے برابر یا اس سے چھوٹے ظاہر ہونے والے دانے کو کہتے ہیں، اور مہر نبوت چاند کی طرح گول تھی اور وہ کبوتری کے انڈے کے برابر تھی۔



آپ کو عطا فرمایا تھا، حدیث کی کتابوں میں پوری تفصیل کے ساتھ مدون و محفوظ ہیں۔ کتب حدیث کے علاوہ علاماتِ قیامت کے موضوع پر علماء کرام کی کتابوں مثلاً امام ابن کثیر کی تالیف ”النهاية“، نیز کتاب ”الاخبار المشاعة في اشرار الساعۃ“ اور کتب حدیث میں، ابواب الفتن والملاحم کے تحت بھی یہ تفصیلات مذکور ہیں۔ مذکورہ معجزات دوسرے انبیاء کے معجزات سے مشابہ ہیں۔

لیکن ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسے عظیم معجزہ سے نوازا ہے جو تاقیامت باقی رہے گا اور جو کسی اور نبی کو عطا نہیں ہوا، اور وہ عظیم معجزہ ہے۔

قرآن کریم: جس کی حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ نے ذمہ لیا ہے جس میں کسی قسم کی تحریف و تبدیلی ناممکن ہے، اگر کسی بدبخت نے اس کی کوشش کی تو وہ ناکام و نامراد رہا کیوں



کہ قرآن کریم کے کروڑوں نسخے ساری دنیا میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہیں جو کہ ایک دوسرے سے ایک حرف اور نقطہ میں بھی مختلف نہیں ہیں۔

لیکن اس کے برعکس تورات و انجیل میں غیر معمولی تحریف و تبدیلی ہو چکی ہے، ان کے نسخے متعدد اور ایک دوسرے سے مختلف ہیں، اور ہر طباعت، سابقہ طباعت سے مختلف ہوتی ہے، کیوں کہ اللہ نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری یہودیوں اور عیسائیوں کو سونپی تو انھوں نے ان کے ساتھ کھلواڑ کیا، جب کہ قرآن کی حفاظت کا خود اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ”ہم نے ہی ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“ [الحجر: 9]

قرآن کریم کے کلام اللہ اور محمد ﷺ کے رسول اللہ ہونے کے عقلی اور نقلی دلائل:



قرآن کریم کے کلام اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے نبی
 برحق ہونے کے عقلی اور منطقی دلائل و شواہد میں سے یہ ہے
 کہ جب کفار مکہ نے نبی اکرم ﷺ کی تکذیب کی جس
 طرح سابقہ امتوں نے اپنے اپنے انبیاء کرام کی تکذیب کی
 تھی، اور کہا کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے، تو اللہ
 تعالیٰ نے چیلنج فرماتے ہوئے ان سے مطالبہ کیا کہ اسی طرح
 فصاحت و بلاغت سے بھرپور کلام لا کر دکھائیں، چنانچہ زبان
 دانی کے باوجود وہ اس جیسا کلام لانے سے عاجز رہے، حالان
 کہ وہ اپنے آپ کو بلاغت و فصاحت اور شعر و شاعری میں
 چوٹی پر سمجھتے تھے اور ان میں بڑے بڑے شعراء اور نامور
 مقررین موجود تھے، پھر ان سے صرف یہ مطالبہ کیا گیا کہ
 اس جیسی دس سورتیں ہی لا کر دکھائیں، سو وہ نہ لاسکے، پھر
 یہ مطالبہ کیا گیا کہ کم از کم ایک چھوٹی سی سورت قرآن کے



مقابلہ میں پیش کردیں، لیکن وہ اس میں بھی ناکام رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے خود بنفس نفیس یہ اعلان فرمادیا کہ وہ ایسا کر ہی نہیں سکتے۔ بلکہ اگر سارے انسان اور جنات مل کر بھی ایسا کلام پیش کرنا چاہیں تو وہ یقیناً ناکام رہیں گے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ”آپ کہہ دیجئے کہ اگر (کل) انسان و جنات اس بات کے لیے جمع ہو جائیں کہ اس جیسا قرآن لے آئیں (جب بھی) اس جیسا نہ لاسکیں گے خواہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں“۔ [الاسراء: ۸۸]۔

اگر قرآن کریم محمد ﷺ کا یا کسی اور انسان کا کلام ہوتا اور کلام الہی نہ ہوتا تو یقیناً فصیح عربی دان اس جیسا کلام پیش کردیتے اور عاجز و قاصر نہ ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کا کلام اسی طرح اعلیٰ و عظیم ترین ہے جس طرح اس کی ذات و صفات مخلوق سے بالاتر اور عظیم الشان ہے۔



اور جس طرح وہ ذات پاک ”لیس کمشدہ شئ“ سے متصف ہے بعینہ اس کا کلام بھی بے نظیر اور بے مثال ہے۔ اس بیان سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام حق ہے اور محمد ﷺ اس کے رسولِ برحق ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سوائے رسول کے کسی دوسرے شخص پر نازل نہیں ہوتا۔ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اور (سب) نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔“ [الاحزاب: 40]۔ دوسری جگہ ارشاد گرامی ہے: ”اور ہم نے تو آپ کو سارے ہی انسانوں کے لیے (نبی بنا کر) بھیجا ہے بطور خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے کے، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔“ [سبا: 28] ایک اور جگہ



فرمایا: ”اور ہم نے آپ کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“ [الانبیاء: 107]

آیات کریمہ کی اجمالی تشریح:

۱۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ ساری انسانیت کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، اور وہ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کسی نبی اور رسول کی بعثت نہیں ہوگی، اور آپ کو عظیم منصب رسالت سے مشرف کیا گیا ہے جس کے آپ ہی مستحق تھے اور جو آپ ہی پر ختم ہونے والا تھا کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ آپ ہی اس کے اہل ہیں۔

۲۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ اس نے حضرت محمد ﷺ کو سارے لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے چاہے وہ کالے ہوں یا گورے، عرب ہوں یا غیر



عرب، اور یہ بتایا ہے کہ بہت سے لوگ حق اور حقانیت سے ناواقفیت کی وجہ سے گمراہ ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کی بعثت و رسالت کا انکار کر کے کافر ہو گئے۔

۳۔ اور تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ اس نے آپ کی ذات اور بعثت کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنایا ہے، آپ اللہ تعالیٰ کی ایسی رحمت ہیں جسے اس نے بطور عطیہ ساری انسانیت کو مرحمت فرمایا ہے، جس نے آپ کی اطاعت اختیار کی اس نے اللہ تعالیٰ کے عطیہ رحمت کو قبول کر لیا اور جنت کا مستحق ہوا اور جو محمد ﷺ پر ایمان نہیں لایا اور آپ کی تابع داری سے گریز کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ہدیہ رحمت کو ٹھکرا دیا اور جہنم کا مستحق ہوا۔



اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لانے کی
پکار:

اس لیے اے عقل و فہم رکھنے والے شخص! تجھے ہم
دعوت دیتے ہیں کہ تو اللہ تعالیٰ کو رب مان کر اور محمد ﷺ
کو رسول مان کر ان پر ایمان لے آ اور آپ کی سنت
و شریعت کی مکمل پیروی کر اور اسی کا نام دینِ اسلام ہے جس
کا اصل مآخذ اور سرچشمہ قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی
احادیث مبارکہ اور سنت طیبہ ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے
آپ کو تمام لغزشوں سے محفوظ رکھا ہے اس لیے آپ اللہ ہی
کی مرضی سے کسی کام کے کرنے اور نہ کرنے کا حکم دیتے
ہیں، اس لیے سچے دل سے کہئے کہ میں اس بات پر ایمان
لایا کہ اللہ ہی میرا رب اور معبود برحق ہے اور اس بات پر



کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور پھر ان کی پیروی کیجئے
، کیوں کہ یہی راہ نجات ہے

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سعادت و نجات عطا کرے
- آمین۔



تیسری فصل: دین حق - اسلام - کی معرفت:

جب تم نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات پاک ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور روزی عطا فرمایا، اور وہی تنہا معبودِ برحق ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور تمہارے لیے ضروری ہے کہ تم صرف اس کی عبادت کرو۔ اور تم نے یہ بھی جان لیا کہ محمد ﷺ تمہاری طرف اور ساری انسانیت کی طرف اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں، تو اب یہ بھی جان لو کہ تمہارا اللہ پر اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان اسی وقت معتبر سمجھا جائے گا جب تم دین اسلام کی صحیح معرفت حاصل کر کے اس پر ایمان لے آؤ اور اس کے مطابق عمل صالح کرو، اس لیے کہ یہی وہ دین اسلام ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے، اور اسی کا تمام رسولوں کو حکم دیا ہے، اور محمد ﷺ کو دے کر سارے لوگوں کی طرف



مبعوث فرمایا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا واجب قرار دیا
ہے۔



اسلام کی تعریف:

آخری رسول محمد ﷺ جو تمام لوگوں کی طرف رسول بنائے گئے کا ارشاد گرامی ہے: ”اسلام یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اور حج بیت اللہ کرو اگر اس کے سفر کی استطاعت رکھتے ہو۔“⁽¹⁾

چنانچہ اسلام وہ عالمی دین ہے جس کے اپنانے کا اللہ تعالیٰ نے سارے لوگوں کو حکم دیا ہے اور تمام انبیاء کرام اس پر ایمان لائے ہیں اور اس کا انھوں نے اعلان واعتراف کیا ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا ہے کہ یہی وہ دین حق

(1) أخرجه مسلم (8)، وأبو داود (4695)۔



ہے جس کے علاوہ کوئی دوسرا دین قابل قبول نہیں ہوگا، چنانچہ ارشاد ہے: ”یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔“ [آل عمران: 19] مزید اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔“ [آل عمران: ۸۵]

دونوں آیتوں کی اجمالی تشریح:

۱۔ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس کے نزدیک معتبر و مقبول دین صرف دین اسلام ہے۔

۲۔ اور دوسری آیت میں اس کی وضاحت فرمائی کہ دین اسلام کے علاوہ وہ کسی سے بھی کوئی دین قبول نہیں کرے گا، اور مرنے کے بعد صرف مسلمان ہی نیک بخت ہوں گے اور جو لوگ دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو اپنائے ہوئے



مر جائیں گے تو وہ آخرت میں خسارے سے دوچار ہوں گے اور دوزخ میں عذاب دئے جائیں گے۔

اسی وجہ سے سارے انبیاء کرام نے دین اسلام کو اختیار کرنے کا اعلان کیا، اور جس نے اس سے روگردانی کی اس سے انھوں نے اعلان براءت کیا ہے۔ اس لیے جو یہودی یا عیسائی نجات اور سعادت چاہتے ہیں انھیں چاہیے کہ اسلام کو قبول کر لیں اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کا اعتراف کر کے آپ ﷺ کی شریعت کو اپنالیں تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی پیروکار ثابت ہوں، کیوں کہ خود حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور محمد ﷺ اور سارے انبیاء کرام مسلمان تھے اور دین اسلام ہی کی انھوں نے دعوت دی ہے، کیوں کہ یہی وہ دین ہے جس کے ساتھ اللہ نے انھیں بھیجا تھا۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے



بعد سے لے کر تاقیامت کوئی شخص بھی اس وقت تک مسلمان ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا جب تک کہ آپ کی نبوت و رسالت کو تہ دل سے قبول نہ کر لے اور آپ کی سنت و شریعت کی مکمل طور پر تابع داری نہ اختیار کرے اور آپ پر نازل کردہ کتاب قرآن کریم پر عمل پیرا نہ ہو جائے۔ چنانچہ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اللہ بڑا بخشنے والا ہے بڑا مہربان ہے۔“ [آل عمران: 31]

آیت کریمہ کی اجمالی تشریح:

اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے دعویداروں سے یہ فرما دیں کہ اگر تم لوگ واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو،



اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا جب تم محمد ﷺ پر ایمان لاؤ، آپ کی اطاعت اختیار کرو، کیوں کہ اللہ تم سے اسی وقت محبت کرے گا۔

اور یہی وہ دینِ اسلام ہے جس کو نبی اکرم ﷺ ساری انسانیت کی طرف لے کر مبعوث ہوئے ہیں اور یہ ایسا جامع، مکمل اور آسان دین ہے جس کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور اپنے بندوں کے لیے اسی دین کو پسند فرمایا ہے جس کے علاوہ کوئی دوسرا دین اس کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے اور اسی دین کی سارے انبیاء کرام نے بشارت دی تھی اور اس پر ایمان لائے۔ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا



اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام بطور
دین کے پسند کر لیا۔ [المائدہ: 3]

آیت کریمہ کی اجمالی تشریح:

یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ پر اس وقت نازل ہوئی
جب آپ اور سارے صحابہ کرام حج وداع کے موقع پر
عرفات کے دن ذکرِ الہی اور دعا و مناجات میں مصروف تھے،
اور دینِ اسلام پھل اور پھول کر اپنے عروج پر تھا اور قرآن
کریم کا نزول پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا اور نبی کریم ﷺ کی
حیات طیبہ اپنے آخری دور میں تھی۔

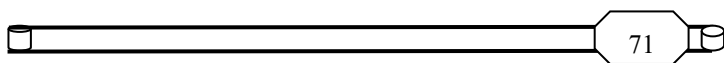
چنانچہ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ کو نازل کر کے یہ بتانا
چاہتا ہے کہ اس نے مسلمانوں کے لیے دینِ اسلام کو مکمل
فرمادیا ہے اور ان پر اپنی نعمتیں نبی کریم ﷺ کی بعثت اور
آپ پر قرآن نازل کر کے مکمل کردی ہیں، نیز ان کے لیے



اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا جس سے وہ کبھی ناراض نہیں ہو گا، اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور دین قبول کرے گا۔

اور اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہ دینِ اسلام جس کو لے کر نبی کریم ﷺ تشریف لائے ہیں وہ ایسا مکمل دین و شریعت ہے جو ہر زمانے اور ہر علاقے اور ہر قوم کے لیے موزوں و مناسب ہے، وہ علم، آسانی، خیر و برکت اور عدل و انصاف والا دین ہے، اسلام زندگی کے مختلف شعبہ جات کے لیے ایک مکمل اور واضح منہج ہے، چنانچہ وہ دین و سیاست دونوں پر مشتمل ہے، اس میں حکومت، قضا، سیاست، اور معاشراتی و اقتصادی امور نیز ہر اس چیز کے بارے میں رہنمائی موجود ہے، جس کی ایک انسان کو ضرورت پیش آسکتی ہے، اور اسی دین میں مرنے کے بعد انسان کی اخروی زندگی کی سعادت بھی ہے۔







ارکانِ اسلام:

دین اسلام جس کو نبی کریم ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں کل پانچ رکنوں پر مشتمل ہے، جن پر ایمان لائے اور ان کے تقاضوں پر عمل کیے بغیر کوئی شخص صحیح طور پر مسلمان نہیں ہو سکتا، وہ پانچ رکن یہ ہیں:

۱- اس کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

۲- نماز قائم کرنا۔

۳- زکوٰۃ ادا کرنا۔

۴- رمضان کے روزے رکھنا۔



۵- استطاعت رکھنے پر حج بیت اللہ کرنا⁽¹⁾۔

پہلا رکن:

”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کی گواہی

کلمہ شہادت کے کچھ معانی و مفاہیم ہیں جن کا ہر مسلمان کے لیے جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے اور جو لوگ بغیر سوچے سمجھے اس کو صرف اپنی زبانوں

(1) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے؛ اس کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، اور استطاعت کے وقت حج بیت اللہ کرنا۔“ اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں (8، 4515)، اور «التاریخ الکبیر» (213/4)، (8/319، 322) میں ذکر کیا ہے، و امام مسلم (16) نے بھی اسے روایت کیا ہے، قرآن کریم سے دلائل کا ذکر قدرے تفصیل سے ہر رکن کی تشریح کے ضمن میں آئے گا۔



سے دھرا لیتے ہیں اور اس کے معانی سے واقفیت نہیں رکھتے اور نہ ہی اس پر عمل کرتے ہیں وہ صحیح معنوں میں اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے۔

چنانچہ کلمہ ”لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“ کے معنی یہ ہیں کہ زمین و آسمان میں سوائے اللّٰہ تعالیٰ کے کوئی معبود برحق نہیں ہے، اسی کی ذاتِ پاک تن تنہا معبودِ برحق ہے اور اس کے علاوہ سارے معبود باطل ہیں۔ ”الہ“ کے معنی معبود کے ہیں۔

جو شخص غیر اللّٰہ کی عبادت کرتا ہے وہ کافر اور مشرک ہے، اگرچہ اس کا معبود کوئی نبی یا ولی کیوں نہ ہو، اور وہ اس کی عبادت اس دلیل سے کرتا ہو کہ وہ اس کے ذریعہ اللّٰہ تعالیٰ کا تقرب اور وسیلہ حاصل کر رہا ہے، کیوں کہ وہ مشرکین جن سے رسول اللّٰہ ﷺ نے جہاد فرمایا وہ بھی انبیاء اور اولیاء کی اسی دلیل سے عبادت کیا کرتے تھے، لیکن ان



کی یہ دلیل باطل اور مردود ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ سے تقرب اور توسل حاصل کرنے کا یہ طریقہ نہیں کہ کسی اور کی عبادت کی جائے، اللہ کا تقرب اور توسل تو اعمالِ صالحہ اور اس کے اسماء و صفات کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے جس کا خود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے ، جیسے نماز پڑھی جائے، روزے رکھے جائیں، جہاد کیا جائے، صدقہ و خیرات کیا جائے، حج کیا جائے، والدین کی خدمت کی جائے وغیرہ اور زندہ حاضر مومن بندہ کا اپنے بھائی کے لئے دعا کے ذریعہ۔

عبادت کی بہت سی قسمیں ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- دعا:

اپنی ان ضروریات کو طلب کرنا جن کو پورا کرنے کی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی طاقت و قدرت نہیں رکھتا، جیسے



بارش برسانا، مریض کو شفا عطا کرنا، مصیبتوں کو ٹالنا اور دور کرنا جس کو ٹالنے کی کوئی مخلوق طاقت نہیں رکھتی، اور جیسے جنت کا سوال کرنا، جہنم سے پناہ طلب کرنا، اولاد مانگنا، رزق طلب کرنا، چین و سکون چاہنا، وغیرہ۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے طلب نہیں کی جاتیں، اور جس نے کسی مخلوق سے خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ وہ ان میں سے کسی چیز کا طلب گار ہوا اس نے اس کی عبادت کی، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ صرف اللہ سے سوال کریں اور یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ دعا بھی عبادت ہے اور جس نے کسی غیر اللہ کو پکارا وہ دوزخی ہوگا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر اعراض کرتے



ہیں، عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔“ [غافر: ۶۰]۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کو پکارا جاتا ہے وہ کسی کے لیے نفع و نقصان کے مالک نہیں، اگرچہ وہ انبیاء اور اولیاء ہوں۔ ”آپ کہہ دیجئے تم جن کو اللہ کے سوا (معبود) قرار دے رہے ہو ذرا ان کو پکارو تو سہی سو وہ نہ تم سے تکلیف دور کر سکتے ہیں اور نہ (اسے) بدل سکتے ہیں۔“ [الاسراء: ۵۶] نیز

اس کے بعد والی آیت میں مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
 ”اور جتنی مسجدیں ہیں (سب) اللہ کا حق ہیں، سو اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔“ [الجن: 18]

۲- ذبح کرنا، نذر ماننا اور نیاز پیش کرنا۔

کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کے لیے خون بہائے اور قربانی کرے یا نذر و نیاز پیش



کرے، جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا، مثلاً کسی قبر یا جنت کی رضا و خوشنودی کے لیے ذبح کیا تو اس نے غیر اللہ کی عبادت کی اور اللہ تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”آپ کہہ دیجئے کہ میری نماز اور میری (ساری) عبادتیں اور میری زندگی اور میری موت (سب) جہانوں کے پروردگار اللہ ہی کے لیے ہیں، کوئی اس کا شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں مسلمانوں میں سب سے پہلا ہوں۔“ [الأنعام: 162-163]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔“⁽¹⁾

(1) مسلم (1978)، وسنن النسائي (4422).



جب کسی شخص نے یہ کہا کہ جب میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں فلاں کے لیے بطور نذر صدقہ کروں گا یا کچھ اور کروں گا، تو یہ نذر شرک ہو جائے گی کیوں کہ یہ نذر مخلوق کے لیے کی گئی ہے اور نذر عبادت ہے اس لیے یہ کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہونی چاہیے۔ مشروع نذر یہ ہے کہ کوئی یہ کہے کہ اگر فلاں کام ہو جائے گا تو میں اللہ تعالیٰ کے لیے صدقہ کروں گا یا کوئی اور عبادت کروں گا (تو یہ نذر جائز ہے)۔

۳- استغاثہ، استعانت اور استعاذہ - (1)

(1) استعانت: عمومی طور پر مدد طلب کرنا، استغاثہ: شدت حال اور تنگ دستی میں فریاد رسی کرنا، استعاذہ: اس ذات کی پناہ اور سہارا طلب کرنا جو شر اور مکروہ کو دور کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔



لہذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے نہ فریاد کی جائے اور نہ مدد طلب کی جائے اور نہ پناہ طلب کی جائے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔“ [الفاتحہ: 5] مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”آپ کہہ دیجئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں۔“ ”تمام مخلوقات کے شر سے۔“ [الفلق: 1]۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے [2] ہیں: ”مجھ سے فریاد نہیں کی جاتی بلکہ اللہ تعالیٰ سے فریاد طلب کی جاتی ہے“⁽¹⁾۔ رسول اللہ ﷺ ایک اور حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں: ”جب تم سوال

(1) أحمد (22758/317/5)، والطبرانی (246/10)، اور امام البانی نے

اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔



کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔⁽¹⁾

اور جہاں تک دنیوی طور پر فریاد اور مدد طلب کرنے کا مسئلہ ہے تو صرف اسی انسان سے طلب کرنا جائز ہے جو زندہ اور موجود ہو اور مطلوبہ چیز کے دینے کی قدر رکھتا ہو۔ اور استعاذہ یعنی پناہ طلب کرنا، تو یہ صرف اللہ جل شانہ کے شایان شان ہے، اس کے علاوہ کسی مردہ یا غائب سے پناہ طلب کرنا قطعاً جائز نہیں، کیوں کہ وہ کسی چیز کے مالک نہیں، خواہ وہ کوئی نبی ہو یا ولی یا فرشتہ۔

(1) ترمذی (2516)، أحمد (2802)، طبرانی (2820) (12989) = امام ترمذی نے اس حدیث کو ”حسن صحیح“ کہا ہے۔



غیب کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے پاس نہیں، جو شخص علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے وہ کافر ہے جس کی تکذیب ضروری ہے۔ جس نے کسی چیز کی پیشگوئی کی اور اتفاق سے صحیح ثابت ہوئی تو وہ محض اتفاق تصور کیا جائے گا، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جو شخص کسی نجومی یا قیافہ شناس کے پاس حاضر ہوا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے جو چیز محمد ﷺ پر نازل ہوئی (یعنی: قرآن) اس کی تکذیب کی۔“⁽¹⁾

(1) أبو داود (3904)، ترمذی (135)، ابن ماجہ (639)، اور صحیح الترغیب والترہیب (3047) میں امام البانی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔



توکل، رجاء⁽¹⁾ اور خشیت بھی ہے۔ توکل کے معنی یہ ہیں کہ انسان سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کسی پر توکل و بھروسہ نہ کرے۔ رجاء، یعنی امید کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے امید نہ رکھے۔ خشیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے خوف و خشیت نہ رکھے۔

لیکن بڑے افسوس کی بات کہ آج بہت سے اسلام کے دعویدار لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، چنانچہ بہت سے لوگ زندہ معظم لوگوں سے اور قبر والوں سے بھی مرادیں مانگتے ہیں، قبروں کا طواف کرتے ہیں اور ان سے مرادیں پوری کرنے کی درخواست کرتے ہیں، یقیناً یہ اعمال غیر اللہ کی عبادت ہیں اور ان کا مرتکب

(1) توکل: متوکل علیہ پر اعتماد و بھروسہ کرنا۔ رجاء: مستقبل میں محبوب چیز کے حصول کی امید رکھنا۔



مسلمان نہیں ہو سکتا اگرچہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے،
 کلمہ لا اِلهَ اِلاَّ اللہ محمد رسول اللہ پڑھے اور صوم و صلاۃ کا پابند
 ہو، اور بیت اللہ کا حج کرے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”اور واقعہ یہ
 ہے کہ آپ کی طرف بھی اور جو آپ سے قبل گزر چکے ہیں
 ان کی طرف بھی یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ (اے مخاطب) اگر
 تو نے شرک کیا تو تیرا عمل (سب) غارت ہو جائے گا اور تو
 خسارہ میں پڑ کر رہے گا۔“ [الزمر: 65] مزید ارشاد باری تعالیٰ
 ہے: ”جو کوئی اللہ کے ساتھ (کسی کو) شریک کرے گا، سو اللہ
 اس پر جنت حرام کر دے گا، اور اس کا ٹھکانا (دوزخ کی) آگ
 ہے اور (ایسے) ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔“ [المائدہ: 72]

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا کہ
 یہ اعلان کر دیں: ”آپ کہہ دیجئے میں تو بس تمہارے ہی جیسا
 بشر ہوں، میرے پاس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک



ہی معبود ہے، سو جو کوئی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو رکھتا ہے، تو اسے چاہیے کہ نیک کام کرتا رہے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔“ [الکھف: 110]

بعض علماء سوء نے ناخواندہ عوام کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے، جو حقیقی توحید سے جو کہ دین اسلام کی بنیاد ہے بے خبر ہیں اور صرف بعض فروعی مسائل کی معرفت رکھتے ہیں، چنانچہ وہ علماء سوء شفاعت اور وسیلہ کے بحث کے درپردہ شرک کی دعوت دے رہے ہیں، بعض نصوص کی انتہائی رکیک اور باطل تاویلیں اور چند جھوٹی احادیث ان کی دلیل ہیں، یہ اپنے بدعات و شرکیات کو ثابت کرنے کے لیے شیطانی خواب تک پیش کرنے سے باز نہیں آتے، جن کو انھوں نے غیر اللہ کی عبادت کرنے کے لیے بطور دلیل و ثبوت جمع



کر رکھا ہے اور شیطان اور خواہشات کی پیروی اور آبا و اجداد کی اندھی تقلید کا وہی طرزِ عمل اختیار کیے ہوئے ہیں جو پہلے کے مشرکین اپنائے ہوئے تھے۔

وسیلہ کی حقیقت: وہ وسیلہ جس کو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے اس ارشاد سے اختیار کرنے کا حکم دیا ہے: {وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ} [المائدہ: 35] (اور اس کا وسیلہ تلاش کرو)۔ وہ توحیدِ خالص اور اعمالِ صالحہ ہیں، جیسے نماز، روزہ، صدقہ، حج، جہاد، امر بـالمعروف ونہی عنـالمنکر، اور صلہ رحمی وغیرہ۔

رہا، مردوں سے مرادیں مانگنا اور مصیبتوں کے وقت فریاد طلب کرنا اور اس طرح سارے اعمال، تو یہ غیر اللہ کی عبادت میں شامل ہیں۔



شفاعت کا بیان: انبیاء کرام اور اولیاء اللہ اور دوسرے مسلمانوں کی شفاعت، جب اللہ تعالیٰ ان کو اس کی اجازت دیں گے، ہم اس کے برحق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن یہ شفاعت مردوں سے طلب کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ صرف اللہ جلّ شانہ کا حق ہے، اور یہ اسی کو حاصل ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اجازت مرحمت فرمادے۔ چنانچہ ایک صحیح العقیدہ موحد شخص اللہ تعالیٰ سے شفاعت طلب کرتے ہوئے یوں کہے: ”اے اللہ میرے بارے میں اپنے رسول اور صالح بندوں کی شفاعت قبول فرما“، لیکن یہ ہرگز نہ کہے ”اے فلاں شخص ہمارے لیے سفارش کر دے“ وغیرہ، کیوں کہ وہ مرچکا ہے اور مردے سے کبھی بھی کوئی چیز طلب نہیں کی جاسکتی، خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”آپ کہہ دیجیے سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے، اسی کی سلطنت آسمانوں اور



زمین میں ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ
گے۔“ [الزمر: 44]

بعض وہ بدعتیں جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا ہے اور
رسول اللہ ﷺ نے صحیح احادیث میں ان کے ارتکاب سے
منع فرمایا اور ان سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ قبروں پر قبے تعمیر
کرنا اور ان کو پختہ کرنا، ان پر لکھنا، چراغاں کرنا اور چادریں
چڑھانا اور مقبرہ میں نمازیں پڑھنا ہے۔ ان سب چیزوں سے
رسول اللہ ﷺ نے بڑی سختی سے روکا ہے، کیوں کہ ان ہی
چیزوں سے اکثر قبرپرستی کی ابتدا ہوتی ہے۔

یہاں پر بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ جو لوگ بعض قبروں
اور درگاہوں پر حاضری دیتے ہیں ان کا یہ عمل ایک طرح کا
شرک باللہ ہے، جیسے مصر میں بدوی اور سیدہ زینب اور عراق
میں شاہ عبد القادر جیلانی اور عراق کے شہر نجف اور کربلاء



میں اہل بیت کی طرف منسوب قبروں اور دنیا کی دیگر قبروں پر اس غرض و غایت سے حاضری دیتے ہیں کہ ان کی فریاد رسی ہوگی، مرادیں پوری ہوں گی، بعض علاقوں میں تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ لوگ قبروں کا طواف کرتے ہیں اور صاحبِ قبر کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہیں، اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان کا یہ عمل انہیں گمراہ مشرکوں کے صف میں لے جا کر کھڑا کر دیتا ہے اگرچہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں، نماز اور روزہ کی پابندی کرتے ہوں اور حج بیت اللہ سے فارغ ہو چکے ہوں اور کلمہ ’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘ اپنی زبانوں سے بار بار دہراتے ہوں، کیوں کہ جو لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے وہ اس وقت تک مومن حقیقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اس کے مفہوم و معانی کو نہ سمجھے اور



اس کے مطابق عملِ صالح نہ کرے۔ البتہ غیر مسلم جب اس کلمہ توحید کا اقرار کر لیتا ہے تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے تا آن کہ اس کے منافی کسی ایسی چیز کا ارتکاب کر لے جو اس کے شرک پر باقی رہنے پر دلالت کرے، جس طرح یہ جاہل لوگ کرتے ہیں۔ یا فرائض اسلام کو جان لینے کے بعد ان میں سے کسی چیز کا انکار کر دے، یا دین اسلام کے علاوہ کسی اسلام مخالف دین پر ایمان رکھے۔

انبیاء کرام اور اولیاء اللہ ان حضرات سے اپنی براءت و بیزاری کا اظہار کریں گے جو ان سے دعائیں مانگتے ہیں اور فریاد چاہتے ہیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اس لیے مبعوث فرمایا ہے تاکہ وہ توحید خالص اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیں اور غیر اللہ کی عبادت سے خواہ وہ نبی ہو یا ولی منع کریں۔



رسول اللہ ﷺ سے محبت یا اولیاء اللہ سے عقیدت کے معنی یہ نہیں کہ ان کی عبادت کی جائے کیوں کہ یہ تو ان سے عداوت ہے، بلکہ ان سے صحیح عقیدت و محبت کا معیار یہ ہے کہ ان کی سچی پیروی کی جائے اور ان کے طریقہ پر چلا جائے، حقیقی مسلمان وہ ہے جو انبیاء کرام اور اولیاء عظام سے محبت تو کرتا ہے لیکن ان کی عبادت نہیں کرتا۔

اور ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے وہ بھی ایسی محبت جو اپنے نفس اہل و عیال اور سارے جہاں کی محبت سے زیادہ ہو۔



فرقہ ناجیہ:

مسلمان تعداد میں بکثرت ہیں لیکن در حقیقت وہ بہت کم ہیں، اسلام کی طرف انتساب کرنے والی جماعتوں کی تعداد فرقوں تک پہنچ چکی ہے جن کی مجموعی تعداد کروڑوں ۷۳ تک پہنچ جاتی ہے، لیکن عقیدہ اور عمل صالح کے اعتبار سے صرف ایک ہی جماعت ایسی ہے جو توحید کی علمبردار اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کی صحیح پیروکار ہے، جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا ہے: ”یہودی ۱۷ فرقوں میں اور عیسائی ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور عنقریب میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی، سب کے سب جہنمی ہوں گے سوائے ایک جماعت کے“ صحابہ نے عرض کیا وہ کون سی جماعت ہوگی یا



رسول اللہ؟ تو آپ نے فرمایا: ”جو جماعت اس طریقہ پر ہوگی جس پر آج میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں“۔⁽¹⁾⁽²⁾

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام جس طریقہ پر تھے وہ یہ ہے کہ لاِلهَ اِلا اللہ محمد رسول اللہ کے معنی کا اعتقاد رکھے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرے یعنی صرف اللہ جلّ شانہ ہی سے دعا کرے، اسی کے لیے ذبح کرے، اسی کے لیے نذر پوری کرے، اسی سے فریاد طلب کرے اور اسی سے مدد مانگے اور اسی کی پناہ ڈھونڈھے، اور یہ عقیدہ رکھے کہ نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت سوائے اللہ تعالیٰ کے

(1) یہ اعداد و شمار کتاب کے زمانہ تالیف سن 1395ھ/1975م کے مطابق ہے۔

(2) أبوداود (3842)، ابن ماجہ (3226)، امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح الجامع (1082) اور سلسلۃ الصحیحہ (203) میں صحیح کہا ہے۔



کسی کے اندر نہیں، اسی طرح ارکانِ اسلام کو بحسن و خوبی انجام دے، اور اللہ تعالیٰ کے فرشتوں، نازل کردہ آسمانی کتابوں، بھیجے ہوئے رسولوں، دوبارہ اٹھنے اور حساب و کتاب، جنت و جہنم، اور اچھی بُری تقدیر پر ایمان و یقین رکھے، اور قرآن و سنت کی بالادستی قبول کرتے ہوئے اپنے سارے فیصلے انہی کی روشنی میں کرائے اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دے، اور اللہ والوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے نفرت کرے، اللہ کا دین پھیلانے کی کوشش کرے، اور جہاد فی سبیل اللہ میں بھرپور حصہ لے، اور نیک مسلمان حکمرانوں کی جب وہ امر بالمعروف کریں تو اطاعت کرے، اور جہاں کہیں بھی ہو حق بات کہنے میں جھجک نہ محسوس کرے، اور نبی ﷺ کی ازواجِ مطہرات اور اہل بیت سے محبت و عقیدت رکھے، اور صحابہ کرام سے محبت رکھے، اور ان کے



حسب درجات و مراتب ان کی فوقیت اور فضیلت کا اعتراف کرے اور ان سب کے لیے اللہ سے رضامندی کی دعا کرے، ان کے درمیان باہمی مشاجرات کو نظر انداز کرے⁽¹⁾ اور ان ، منافقین اور منخرفین کی باتوں کی طرف توجہ نہ دے، جو انھوں نے صحابہ کے خلاف کیچڑ اچھالنے اور مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کے لیے گھڑا ہے اور جس سے دھوکہ کھا کر بعض علماء و مورخین نے اپنی اپنی کتابوں میں محض حسن نیت کی بنا پر ذکر کر دیا ہے جب کہ یہ غلطی ہے۔

جو لوگ اپنے آپ کو اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہوئے ”سید“ لکھتے ہیں انھیں اپنے شجرۂ نسب پر اچھی طرح نظر ثانی بلکہ تحقیق کر لینی چاہیے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں

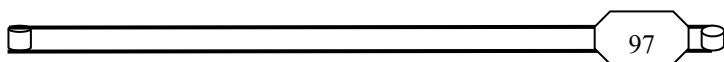
(1) یعنی صحابہ کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا تھا اس کے متعلق نقد و جرح نہ کرے۔



پر لعنت بھیجتا ہے جو اپنا انتساب اپنے آباء واجداد کے علاوہ کسی اور سے کرتے ہیں، اور جب تحقیقی طور پر کسی کا نسب اہل بیت سے ثابت ہو جائے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ اور اہل بیت کی توحید خالص میں پیروی کرے اور گناہوں سے پرہیز کرے اور اس کا ہرگز موقع نہ دے کہ لوگ اس کی قدم بوسی اور عزت و عظمت میں مبالغہ آرائی کریں اور اپنے آپ کو لباس و پوشاک کی تراش و خراش میں نمایاں نہ رکھے کیوں کہ یہ سب چیزیں خلاف سنت ہیں، صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و مکرم وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما۔





حکمرانی اور قانون سازی صرف اللہ کا حق ہے اس لیے کہ شارع ہی عدل وانصاف، رحمت اور فضیلت کا مرکز و محور ہے۔

کلمہ شہادت ”لا الہ الا اللہ“ کے اقرار و اعتراف کے بعد اس کا بھی ایمان و یقین رکھنا ضروری ہے کہ حکمرانی اور قانون سازی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ ایسا قانون بنائے جو قانون الہی سے متصادم ہو، اسی طرح کسی مسلمان کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں کے خلاف فیصلہ کرے اور نہ خلاف شریعت فیصلوں کے سامنے سر تسلیم خم کرے، اسی طرح جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اسے حلال کر دینے کا کوئی شخص مجاز نہیں، جس شخص نے اس الہی فیصلے کی جان بوجھ کر خلاف ورزی کی یا شریعت کے مخالف فیصلے کو قابل قبول



تصور کیا اور راضی رہا تو اوہ کافر ہو گیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اور جو کوئی اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام (کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو یہی لوگ تو کافر ہیں“۔ [المائدہ: 44]



انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد:

توحید کی دعوت: انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد اور ان کی سب سے عظیم ذمہ داری ”کلمہ توحید لا الہ الا اللہ“ کے اقرار کرنے اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دینا ہے، اور وہ صرف اللہ واحد کی عبادت ہے اور سارے معبودانِ باطل کی عبادت اور ان کے قوانین سے بیزاری کا اظہار کرنا ہے اور شریعت الہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہے۔

جو شخص اندھی تقلید سے ہٹ کر بغور قرآن کریم کا مطالعہ کرے اس کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ جن باتوں کو ہم نے وضاحت سے بیان کیا ہے وہی حق ہے اور مزید اس کو یہ بھی علم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات پاک کے ساتھ اور تمام مخلوقات کے ساتھ بھی انسان کے تعلقات



کی تعیین کر دی ہے۔ چنانچہ اپنے تعلقات کو ایک مومن بندے سے اس طرح استوار اور باقی رکھنے کا حکم دیا ہے کہ عبادت کی ساری قسمیں صرف اس ذات پاک کے لیے مخصوص کی جائیں اور کسی دوسرے مخلوق کے لیے کسی طرح کی کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ عبادت نہ کی جائے، اسی طرح انبیاء کرام اور نیک و صالح بندوں سے محبت اور عقیدت اپنی محبت کے تابع قرار دیا ہے اور ان کی اقتدا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح کافروں اور مشرکوں سے بغض و عداوت کا تعلق رکھے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ان سے نفرت کرتا ہے، اور ان کو دین اسلام کی دعوت دے اور اسلامی عقائد کو ان کے سامنے اچھی طرح بیان کرے تاکہ وہ انہیں قبول کر لیں، اور اگر وہ دین حق کے قبول کرنے سے انکار کریں اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں تو ان سے اعلان جہاد



کر دیا جائے تاکہ کفر و شرک کے فتنوں کا قلع قمع ہو جائے اور دین اسلام کا بول بالا ہو جائے۔ کلمہ توحید ”لا الہ الا اللہ“ کے اس عظیم مفہوم اور مطلب کا ہر مسلمان کو جاننا اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا ضروری ہے تاکہ حقیقی طور پر مسلمان ہو جائے۔

محمد رسول اللہ کی شہادت کا مفہوم:

کلمہ توحید کے دوسرے جز ”محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں“ کی شہادت کے معنی یہ ہیں کہ ہم اس کا اعتقاد و علم رکھیں کہ محمد (ﷺ) ساری انسانیت کی طرف رسول بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں، اور وہ ایک برگزیدہ بندے ہیں جن کی عبادت نہیں کی جاسکتی اور جلیل القدر رسول ہیں جن کی تکذیب نہیں کی جاسکتی، بلکہ آپ کی اطاعت و اتباع کرنا ضروری اور واجب ہے، جس نے آپ کی اطاعت و اتباع کی وہ



جنت میں داخل ہوگا اور جس نے آپ کی نافرمانی کی جہنم
 رسید ہوگا۔ ہم سب کو اس کا بھی عقیدہ یقین رکھنا چاہیے کہ
 اسلامی شریعت کے احکام کا جاننا خواہ ان کا تعلق عبادات سے
 ہو جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یا مختلف شعبہ جات کے
 عدالتی اور قانونی نظام سے ہو، یا حلال و حرام سے ہو، یہ تمام
 کی تمام چیزیں رسول اللہ ﷺ ہی کے واسطے سے ہم کو
 حاصل کرنی ہے، کیوں کہ آپ کی ذات ایسے رسول کی ہے
 جو اللہ تعالیٰ کے احکام و شریعت کو انسان تک پہنچانے والے
 ہیں، لہذا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ رسول اللہ ﷺ
 کے لائے ہوئے دین و شریعت کے علاوہ کسی اور دین و شریعت
 کو قبول کرے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”اور جو
 کچھ رسول تمہیں دے دیں وہ لے لیا کرو اور جس سے وہ
 تمہیں روک دیں اس سے رک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو



بیشک اللہ سخت عذاب والا ہے۔“ [الحشر: 7] دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”سو آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ لوگ اس جھگڑے میں جو ان میں آپس میں ہو، آپ کو حکم نہ بنالیں اور پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کر لیں۔“ [النساء: 65]

مذکورہ دونوں آیتوں کی تشریح:

اللہ تعالیٰ پہلی آیت کریمہ میں مسلمانوں کو یہ حکم فرما رہا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ان تمام چیزوں میں اطاعت و اتباع کریں جن کا آپ انھیں حکم دیں اور ان تمام چیزوں سے رک جائیں جن سے آپ منع کریں، کیوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔



دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر یہ فرما رہے ہیں کسی شخص کا اس وقت تک اللہ اور رسول اللہ پر ایمان معتبر اور صحیح نہیں ہو سکتا جب تک باہمی اختلافات میں رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ نہ کرائے⁽¹⁾ اور پھر اس فیصلہ کو بخوشی تسلیم کر لے، خواہ اس کے موافق ہو یا خلاف پڑے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”جو شخص ایسا عمل کرے جو ہمارے دین و شریعت کے مطابق نہیں وہ ناقابل قبول ہے۔“⁽²⁾

(1) جو بھی اختلاف اس کے اور دوسروں کے درمیان ہوتا ہے۔

(2) بخاری (2697)، مسلم (1718) الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔



پکار:

جب تم نے کلمہ توحید و رسالت کا معنی اچھی طرح جان لیا اور تم کو اس کا بھی اندازہ ہو گیا کہ یہ عظیم الشان کلمہ اسلام کی کنجی اور اس کی بنیاد ہے جس پر سارے اسلام کا دار و مدار ہے تو تم کو صدقِ دل سے اس کلمہ "اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ" پر ایمان و یقین رکھنا چاہیے اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونا چاہیے، تاکہ سعادتِ دارین نصیب ہو، اور مرنے کے بعد عذابِ الہی سے محفوظ رہ سکو۔

اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ کلمہ توحید و رسالت کے اقرار کا تقاضا تمام ارکان اسلام پر عمل کرنا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے ان عبادات کو اسی لیے فرض فرمایا ہے کہ وہ اخلاص اور صدقِ دل سے ان کو بجالائیں، اور



جس شخص نے ارکانِ اسلام میں سے کسی بھی رکن کو بغیر شرعی عذر کے چھوڑ دیا تو اس کی شہادت توحید و رسالت ناقص ہے اور وہ معتبر و مقبول نہیں۔



اسلام کا دوسرا رکن: ”نماز“ کا بیان:

اے عاقل شخص جان لے! کہ اسلام کا دوسرا عظیم الشان رکن نماز ہے۔ دن اور رات میں پانچ وقت کی نماز اللہ تعالیٰ نے اس امت پر فرض فرمائی ہے تاکہ ایک مسلمان بندہ اور اس کے خالق کے مابین ایک تعلق قائم رہے، اور اللہ کے حضور وہ مناجات کرے اور اس سے دعائیں کریں، اور اس لیے بھی کہ نماز اس کو بے حیائی اور برائیوں سے باز رکھے جس کی بدولت اسے ایسا قلبی اطمینان و سکون اور جسمانی آرام و راحت نصیب ہو کہ اس کی دنیوی و اخروی سعادت میسر ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے نماز کی ادائیگی کے لیے جسم اور کپڑوں اور جائے نماز کی طہارت لازمی قرار دی ہے، لہذا ایک مسلمان نماز پڑھنے سے پہلے پاک و صاف پانی سے اپنے بدن



کو ظاہری نجاستوں جیسے پیشاب و پاخانہ سے پاک و صاف کرتا ہے، تاکہ اس کا جسم حسی نجاست سے اور اس کا دل معنوی نجاست سے پاک ہو جائے۔

نماز دینِ اسلام کا ستون ہے اور شہادت توحید و رسالت کے بعد اسلام کا سب سے اہم رکن ہے۔ ایک مسلمان کے لیے بالغ ہونے کے بعد سے لے کر مرتے دم تک اس کی پابندی کے ساتھ ادائیگی ضروری ہے، اسی طرح اپنے اہل نیز بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اس کی تعلیم دینا ضروری ہے تاکہ وہ نماز کے عادی ہو جائیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”بے شک نماز تو ایمان والوں پر پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے۔“ [النساء: ۱۰۳] مزید ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”حالاں کہ انھیں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی ہی عبادت اس طرح کریں کہ دین کو اسی کے لیے خالص رکھیں، یکسو ہو کر،



اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں، اور یہی درست دین ہے۔“ [البینۃ: 5]

مذکورہ دونوں آیتوں کی اجمالی تشریح:

پہلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ نماز مسلمانوں پر ایک لازمی فریضہ ہے، اور ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقررہ اوقات میں اس کی ادائیگی کریں۔

اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس نے جس عظیم مقصد کے تحت انسان کو پیدا فرمایا اور اس پر اپنے احکام صادر فرمائے وہ یہ ہے کہ لوگ اسی کی تنہا عبادت کریں اور خالص عبادت اسی کا حق سمجھیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ حقداروں تک پہنچائیں۔



نماز تمام مسلمانوں پر فرض ہے چاہے حالات کیسے بھی ہوں، چنانچہ خوف اور مرض کی حالت میں بھی حسب استطاعت نماز ادا کرے، اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی استطاعت رکھتا ہو تو کھڑے ہو کر پڑھے ورنہ بیٹھ کر، اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو لیٹ کر اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنی آنکھ کے اشارے یا دل کی توجہ سے ادا کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ نماز چھوڑنے والے خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، مسلمان نہیں، چنانچہ ارشاد ہے: ”ہمارے اور کافروں کے درمیان فرق نماز کا ہے، تو جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا“۔⁽¹⁾

پانچ فرض نمازیں یہ ہیں۔

(1) ترمذی (2621)، نسائی (463)، أحمد (346/5)، امام البانی نے صحیح الجامع میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔



فجر ، ظہر ، عصر ، مغرب ، عشاء۔

نماز فجر : اس کا وقت طلوع صبح صادق سے شروع ہو کر طلوع آفتاب تک رہتا ہے، لیکن اسے بالکل آخری وقت تک موخر کرنا جائز نہیں۔ نماز ظہر : اس کا وقت سورج کے زوال سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب تک کسی چیز کا سایہ اس کے سایہ اصلی کے مثل ہو جائے۔ نماز عصر : اس کا وقت ظہر کے وقت کے اختتام سے لے کر سورج میں زردی آنے تک رہتا ہے، لیکن اسے بالکل آخری وقت تک موخر کرنا جائز نہیں، بلکہ اس وقت پڑھنا چاہیے جب سورج سفید اور خوب روشن ہو۔ نماز مغرب : اس کا وقت غروب آفتاب سے لے کر غروب شفق احمر تک رہتا ہے، اس کو بھی آخری وقت تک موخر کرنا درست نہیں۔ نماز عشاء : اس کا



وقت مغرب کے اختتام سے شروع ہوتا ہے اور آخری رات تک رہتا ہے، اس کے بعد تاخیر نہیں کی جاسکتی۔

اگر کسی شخص نے ایک وقت کی نماز بھی بغیر کسی شرعی عذر کے تاخیر سے پڑھی تو اس نے بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا اور اسے اللہ سے توبہ واستغفار کرنی ہو گی اور دوبارہ ایسا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”سو بڑی خرابی ہے ایسے نمازیوں کے لیے“۔ ”جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں“۔ [الماعون: ۴-۵]



نماز کے احکام و مسائل:

اول: طہارت:

جب کوئی مسلمان نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو وہ سب سے پہلے اپنے پیشاب پاخانہ کی جگہوں کو خوب اچھی طرح پاک و صاف کرے اگر اس سے پیشاب یا پاخانہ نکلا ہو، پھر وضو کرے۔

اور وضو کی نیت زبان سے نہ کرے اس لیے کہ نیت دل کا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے اور خود نبی کریم ﷺ نے زبان سے نیت نہیں فرمائی ہے۔ وضو کا طریقہ : سب سے پہلے بسم اللہ پڑھے، پھر کلی کرے، ناک میں پانی ڈالے اور اسے صاف کرے، پھر پورے چہرے کو دھوئے، اس کے بعد کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کو دھوئے، دائیں ہاتھ کو پہلے دھوئے، پھر دونوں ہاتھوں سے پورے سر کا مسح



کرے، پھر کانوں کا بھی مسح کرے، پھر اخیر میں ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھوئے اور داہنے پاؤں کو پہلے دھوئے۔

جب کوئی شخص طہارت کے بعد بیہوش ہو جائے، یا پیشاب و پاخانہ یا ہوا کا اخراج ہو جائے یا نیند سے سو جائے تو اسے نماز پڑھنے کے لیے دوبارہ طہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر کسی مرد یا عورت کو سونے یا جاگنے میں شہوت سے منی نکل آئے تو اسے غسل جنابت کرنا ہوگا، اور عورت جب حیض یا نفاس سے فارغ ہو تو اس پر بھی غسل کرنا واجب ہے، کیوں کہ حیض و نفاس کی حالت میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اور طہارت حاصل ہونے تک اس پر نماز فرض نہیں ہوتی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رخصت دیتے ہوئے اس کی قضا بھی ضروری قرار نہیں دی ہے، اس



کے علاوہ دوسرے اعذار کی وجہ سے اگر نماز وقت پر ادا نہیں کی تو مردوں کی طرح اس کی قضا کرنا واجب ہے۔

(تیمم کا طریقہ) جب وضو یا غسل کے لیے پانی نہ ملے، یا پانی کا استعمال نقصان دہ ہو مثلاً بیمار شخص کے لیے، تو اس صورت میں تیمم مشروع ہے۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ: دل میں تیمم کی نیت کرے اور بسم اللہ پڑھے اور دونوں ہاتھ مٹی پر ایک بار مارے، پھر ان کو چہرے پر پھیرے، پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی دائیں ہاتھ کے اوپر اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے اوپر پھیرے، اتنا کرنے سے طہارت مکمل ہوگی۔ تیمم حیض و نفاس سے طہارت حاصل کرنے نیز وضو اور غسل کے وجوب کے بعد پانی نہ ہونے یا پانی کے استعمال میں خطرہ محسوس ہونے کی صورت میں کیا جاتا ہے۔

دوم: نماز پڑھنے کا طریقہ:



1- نماز فجر:

دور کعت اس طرح پڑھے کہ نمازی خواہ عورت ہو یا مرد دل سے نماز فجر کی نیت کر کے قبلہ کی طرف متوجہ ہو، زبان سے کسی قسم کی نیت نہ کرے اور سجدے کی جگہ پر نظر جما کر ”اللہ اکبر“ کے الفاظ سے تکبیر تحریمہ کہے اور پھر دعائے استفتاح پڑھے، ایک دعائے استفتاح یہ ہے۔ "سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ، أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" اے اللہ! تو پاک ہے، تعریف تیرے لیے ہے اور تیرا نام بابرکت ہے اور تیری شان بلند ہے اور تیرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، میں شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ اس کے بعد



سورہ فاتحہ پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ⁽¹⁾ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
 رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (ساری) تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے
 جہاں کا پروردگار ہے الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور بڑا مہربان نہایت
 رحم کرنے والا ہے، مَا لَکَ یَوْمَ الدِّیْنِ (وہ) مالک روز جزا
 ہے، اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ہم بس تیری ہی عبادت
 کرتے ہیں اور بس تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، اِهْدِنَا
 الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرما،
 صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ
 وَلَا الضَّالِّیْنَ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے،
 نہ کہ ان لوگوں کا (راستہ) جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ

(1) کیوں کہ اگر قرآن عربی غیر عربی زبان میں پڑھے گا تو وہ قرآن نہ ہوگا اور اسی
 لئے الفاظ قرآن کا ترجمہ نہیں کیا جاتا ترجمہ معانی کا ہوتا ہے اور اس کے کلمات و
 حروف کا ترجمہ کر دینے سے اس کی بلاغت اور اعجاز ختم ہو جائے گا اور بعض حروف
 بھی ساقط ہو جائیں گے، پھر وہ عربی قرآن نہیں رہ جائے گا۔



ان کا جو گمراہ ہوئے۔ [الفاتحہ: 1-7] قادر ہونے پر اس پوری سورت کا عربی الفاظ میں تلاوت کرنا ضروری ہے پھر ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں اپنے سر اور پیٹھ کو جھکائے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھ لے اور ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ“ کہے، پھر ”سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ“ کہتے ہوئے سر اٹھائے اور سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد ”رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ“ کہے پھر ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے اس طرح سجدہ کرے کہ اس کے دونوں پیر کی انگلیاں اور گٹھنے اور دونوں ہاتھ اور چہرہ وناک زمین پر ہوں اور سجدے میں ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ کہے پھر ”اللہ اکبر“ کہہ کر بیٹھ جائے اور بیٹھ جانے پر ”رَبِّ اغْفِرْ لِي“ کہے، پھر ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کرے اور ”سُبْحَانَ رَبِّي الْأَعْلَى“ کہے اور پھر ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے دوسری



رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کرے جس طرح پہلی رکعت میں کی تھی، پھر ”اللہ اکبر“ کہہ کر رکوع کرے، پھر رکوع سے سر اٹھائے، پھر سجدہ کرے، پھر بیٹھے اور پھر دوسرا سجدہ کر کے بیٹھ جائے، دوسری رکعت میں ہر جگہ وہی تسبیحات پڑھے جو پہلی رکعت میں کہی تھی۔

پھر بیٹھے اور یہ دعا پڑھے: "التحيات لله، والصلوات والطيبات، السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين، أشهد أن لا إله إلا الله، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله، اللهم صلّ على محمد، وعلى آل محمد، كما صليت على إبراهيم، وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد، اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد، كما باركت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم، إنك حميد مجيد" تمام ادب و تعظیم کا مالک اور مستحق صرف اللہ ہے، تمام طرح کی دعائیں اور سارے پاکیزہ اقوال و اعمال اللہ



کے لیے ہیں، سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکتیں، سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے سب نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! تو محمد اور آل محمد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی، تو حمد و ستائش کے لائق ہے اور بزرگی والا ہے۔ پھر دائیں اور بائیں "السلام علیکم ورحمة اللہ" "السلام علیکم ورحمة اللہ" کہہ کر سلام پھیر دے، اس طرح فجر کی نماز ادا ہوگئی۔

۲۔ ظہر ، عصر اور عشاء کی نمازیں:

ظہر ، عصر اور عشاء کی نمازیں چار چار رکعت ہیں، جن میں پہلی دو رکعتیں بعینہ اسی طرح پڑھی جائیں گی جس طرح فجر کی دو رکعت پڑھی گئی ہیں ، لیکن تشهد کے بعد سلام



پھیرنے کے بجائے ”اللہ اکبر“ کہہ کر کھڑا ہو جائے اور پہلی دو رکعتوں جیسی دو رکعتیں مزید پڑھے اور پھر تشهد کے لئے بیٹھ جائے، تشهد اور نبی کریم ﷺ پر درود پڑھے اور دعا کر کے دونوں طرف سلام پھیر دے جیسا کہ فجر کی نماز میں سلام پھیرا تھا۔

۳۔ مغرب کی نماز:

مغرب کی نماز تین رکعت ہے، جن میں پہلی دو رکعتیں بالکل ویسے ہی پڑھے جس طرح فجر کی ادا کی گئی ہے اور دوسری رکعت میں تشهد کے بعد ”اللہ اکبر“ کہہ کر کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت ظہر، عصر اور عشاء کی آخری دو رکعتوں جیسی ادا کرے، پھر رکوع وسجدہ کر کے دوسرے قعدہ کے لیے بیٹھ جائے اور تشهد اور درود و سلام و دعا پڑھ کر



دائیں اور بائیں سلام پھیر دے۔ نمازی کے لیے افضل یہ ہے کہ رکوع اور سجدے کی تسبیحات کو متعدد بار پڑھے۔

نماز باجماعت کی اہمیت : مردوں کے لیے ان پانچوں وقت کی نمازوں کو مسجد میں باجماعت ادا کرنا واجب ہے، ان کی امامت ایسا شخص کرے جو قرآن کریم کی قراءت سب سے اچھی کرتا ہو اور نماز کے مسائل کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو اور سب سے زیادہ دین دار ہو۔ امام فجر اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں رکوع سے پہلے آواز بلند قراءت کرے، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے لوگ اس کی قراءت سنیں۔

عورتیں اپنے اپنے گھروں میں باپردہ ہو کر نماز ادا کریں اور سوائے چہرہ کے سارے جسم حتیٰ کہ ہاتھ پاؤں کو بھی ڈھاکے رکھیں کیوں کہ عورت کا سارا جسم پردہ ہے، عورت



مردوں سے علیحدہ ہو کر نماز ادا کرے کیوں کہ اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے۔ جب کوئی عورت مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا چاہے تو اس کو اس شرط پر اجازت دی جائے گی کہ پردہ میں اور بغیر خوشبو وغیرہ استعمال کیے مسجد جائے اور اس کی صف مردوں سے پیچھے حجاب کے ساتھ ہو تا کہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں اور نہ خود یہ فتنہ کا شکار ہو۔

نمازی کے لیے ضروری ہے کہ اپنی نمازوں کو انتہائی خشوع و خضوع اور دل جمعی سے ادا کرے اور سارے ارکان مثلاً قیام و قعود اور رکوع و سجود اطمینان و سکون سے ادا کرے، نماز میں فضول کام نہ کرے، نہ نگاہ آسمان کی طرف اٹھائے اور نہ ہی قرآن کے علاوہ کوئی کلمہ اپنی زبان سے نکالے اور مسنون دعاؤں اور اذکار کو نماز کے اندر اپنے اپنے مواقع پر ادا

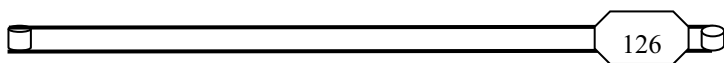


کرے کیونکہ اللہ نے نماز کا حکم اپنے ذکر کے لئے دیا ہے۔
(1)

نماز جمعہ کا طریقہ: جمعہ کے دن مسلمان دو رکعت جمعہ کی نماز ادا کریں جس میں امام دونوں رکعتوں میں قراءت باواز بلند کرے جس طرح فجر کی نماز میں کی جاتی ہے، اور نماز سے پہلے دو خطبہ دے جس میں مسلمانوں کو نصیحت کرے اور انھیں اسلامی تعلیمات سے آگاہ کرے، مسلمان مردوں پر نماز جمعہ کی حاضری امام کے ساتھ واجب ہے، جمعہ کے دن یہ نماز، ظہر کے قائم مقام ہوتی ہے۔

(1) ہاں جب کوئی شخص کسی اہم چیز کی جانب توجہ دلانا چاہے تو ”سبحان اللہ“ کہے اسی طرح مقتدی امام کو جب وہ کوئی غلطی کر جائے یا کم یا زیادہ کر دے تو اسی کلمہ سے متنبہ کر سکتا ہے، اور عورت تالی بجا کر کسی اہم بات کی جانب متنبہ کر سکتی ہے کیوں کہ اس کے آواز نکالنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے۔







اسلام کا تیسرا رکن: زکوٰۃ:

اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب نصاب⁽¹⁾ مسلمان کو زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے جو سال میں ایک دفعہ نکالی جائے گی اور غریبوں اور مستحقین کو دی جائے گی جن کا خود قرآن نے وضاحت سے تذکرہ کیا ہے۔

سونا، چاندی، و مال تجارت کا نصاب: جب کسی شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا، یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے مساوی کسی طرح کی کرنسی ہو، یا سامان تجارت ہوں اور وہ نصاب کو پہنچ جائیں تو اس پر پورے ایک سال گزر جانے پر زکوٰۃ واجب ہے، یعنی اس پوری مالیت کا چالیسواں حصہ (ڈھائی فی صد) نکالنا ضروری ہوگا۔ پھل و اناج کا

(1) نصاب: مال متعین مقدار کو پہنچ جانے پر زکوٰۃ واجب ہے۔



نصاب : پھل اور غلے تین سو صاع کی مقدار تک پہنچ جائیں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہے، جب یہ فصلیں بغیر محنت و مشقت پیدا ہوں تو اس پر دس فیصد زکوٰۃ نکالنا واجب ہے اور اگر محنت و مشقت سے اس کی کاشتکاری اور سینچائی کی جائے تو اس پر پانچ فیصد نکالنا واجب ہے۔

پھلوں اور غلوں پر زکوٰۃ کی ادائیگی ہر فصل پر ہے، اگر سال میں دو یا تین بار فصلیں آتی ہیں تو ہر دفعہ زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے۔ جانوروں کا نصاب : اونٹ، گائے، بکری وغیرہ کے نصاب کا تذکرہ اور اس کی تفصیلات فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں وہاں بوقت ضرورت ان کا مطالعہ کر لینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”حالاں کہ انھیں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ دین کو اسی



کے لیے خالص رکھیں، یکسو ہو کر، اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں، اور یہی درست دین ہے۔“ [البینۃ: 5]۔

زکوٰۃ کے فوائد: مال زکوٰۃ کی ادائیگی سے فقیروں اور مسکینوں کی دلداری ہوتی ہے اور ان کی ضروریات پوری ہوتی ہیں، اور ان کے اور مالداروں کے درمیان محبت و الفت کے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔

اسلام نے اجتماعی تعاون اور مسلمانوں کے مابین مالی امداد اور فقراء و مساکین کی کفالت کو صرف زکوٰۃ کے اندر ہی محدود و محصور نہیں کر دیا، بلکہ قحط سالی کے زمانہ میں مال داروں پر غریبوں کی کفالت واجب قرار دی ہے، اور یہ حرام ٹھہرایا ہے کہ کوئی شخص آسودہ ہو کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو، اسی طرح اللہ نے مسلمان پر صدقہ فطر واجب کیا ہے جسے وہ عید کے دن شہر میں رائج خوراک سے ایک صاع



ہر فرد حتیٰ کے بچہ کی طرف سے بھی نکالتا ہے، اور غلام کا صدقہ فطر اس کا مالک نکالتا ہے، اسی طرح اللہ نے قسم کا کفارہ⁽¹⁾ بھی واجب کیا ہے، جب کوئی شخص قسم کھا کر اسے پوری نہ کرے، مشروع نذر پوری کرنے کا بھی اللہ نے حکم دیا ہے، اس کے علاوہ نفلی صدقات پر لوگوں کو ابھارا ہے اور خیر کے کاموں میں خرچ کرنے والوں کے لیے بہترین بدلہ کی بشارت دی ہے اور یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ انھیں ان کا اجر کئی گنا بڑھا کر دے گا، ایک نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی کہیں زیادہ دے گا۔

(1) قسم کا کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا انھیں کپڑا عطا کرے، اگر یہ میسر نہ ہو تو تین روزہ رکھ لے۔



اسلام کا چوتھا رکن: صیام (روزہ):

اسلام کا چوتھا رکن ماہ رمضان کے روزے ہیں، رمضان
، ہجری سال کا نواں مہینہ ہے۔

روزہ رکھنے کا طریقہ:

مسلمان صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے کچھ سحری
کھا کر روزہ رکھنے کی نیت کر لے اور پھر سورج غروب ہونے
تک کھانے پینے اور جماع سے رُکا رہے اور پھر غروب آفتاب
کے بعد افطاری کرے، اللہ کی عبادت اور اس کی رضا حاصل
کرنے کی نیت سے اسی طرح پورے ماہ رمضان کے روزے
رکھتا رہے۔



روزے کے بے شمار فوائد ہیں، جن میں سے کچھ حسبِ ذیل ہیں:

یہ اللہ کی عبادت اور اس کے حکم کی بجا آوری ہے، بندہ محض اللہ کے لئے کھانا، پینا اور اپنی شہوت کو چھوڑ دیتا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے تقویٰ (پیدا کرنے) کے سبب سے بڑے اسباب میں سے ہے۔

۲- اور روزہ رکھنے میں بے شمار طبی، معاشی اور اجتماعی فوائد مضمر ہیں جس کا اندازہ صرف وہی کر سکتے ہیں جو صحیح عقیدہ اور ایمان کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ اُن لوگوں پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے قبل ہوئے ہیں، عجب نہیں کہ تم متقی بن جاؤ۔“ (183)۔ ”روزوں کے دن گنتی کے (چند روز) ہیں تو جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں



ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کر لے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں اور جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو اس کے حق میں زیادہ اچھا ہے۔ اور اگر سمجھو تو روزہ رکھنا ہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔“ (۱۸۴)۔ ”ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن ناز کیا گیا، وہ لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور (اس میں) کھلے ہوئے دلائل ہیں ہدایت اور حق و باطل امتیاز کے، سو تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے، وہ اس کا روزہ رکھے، اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو (اس پر) دوسرے دنوں کا شمار رکھنا (لازم ہے)، اللہ تمہارے حق میں سہولت چاہتا ہے اور تمہارے حق میں دشواری نہیں چاہتا اور یہ (چاہتا ہے) کہ تم شمار کی تکمیل کر لیا کرو اور یہ کہ اللہ



کی بڑائی کیا کرو اس پر کہ تمہیں راہ بتادی، عجب نہیں کہ تم
شکر گزار بن جاؤ۔“-(۱۸۵)-[البقرة: 183-185]-



روزے کے وہ مسائل جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یا رسول اللہ ﷺ نے اپنی احادیث شریفہ میں بیان فرمائے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱- جو شخص مریض ہو یا مسافر ہو اس کو ماہ رمضان میں روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن رمضان کے بعد دوسرے ایام میں اس کی قضا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح حیض و نفاس والی عورت کا روزہ رکھنا صحیح نہیں بلکہ اس سے فراغت کے بعد ان ایام کی قضا کرنا واجب ہے۔

۲- اسی طرح حاملہ یا دودھ پلانی والی عورت جب اپنے لیے یا بچہ کے لیے کسی نقصان کا خطرہ محسوس کرے تو اس کو بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر دوسرے ایام میں اس کی قضا کرنا واجب ہے۔



۳۔ اگر کوئی روزہ دار بھول کر کھاپی لے پھر اسے یاد آئے، تو اس کا روزہ صحیح ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے بھول چوک اور زبردستی کی گئی چیزوں کو معاف فرما دیا ہے۔ البتہ اگر کھانے کے دوران یاد آجائے تو منہ میں جو چیز ہو باہر نکال دے۔



اسلام کا پانچواں رکن: حج:

یہ فرضہ زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے، اس کے علاوہ جتنی بار کرے تو یہ نفل شمار ہوگا، حج کے بے شمار فوائد ہیں:

اول: یہ کہ حج اللہ تعالیٰ کی روحانی اور جسمانی اور مالی عبادت ہے۔

دوم: سارے عالم کے مسلمانوں کا ایک عظیم الشان اجتماع ہے، جو ایک جگہ اور ایک جیسے لباس و پوشاک میں اور اللہ واحد کی عبادت کے لیے جمع ہوتے ہیں، جہاں امیر و غریب، شاہ و گدا، کالے و گورے کے فرق کو ختم کر کے بھائی بھائی جیسے ہو کر رہتے ہیں، اور سبھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جس سے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے مسلمانوں میں تعارف اور ملاقات ہوتی ہے، ایک دوسرے کے



مسائل سے آگاہ ہوتے ہیں، پھر باہمی طور پر تعاون کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ نیز اس عظیم الشان اجتماع سے میدان حشر کی یاد تازہ ہوتی ہے جہاں سارے لوگوں کو ایک ہی جگہ حساب و کتاب کے لیے اللہ تعالیٰ جمع کرے گا، پس وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے مرنے کے بعد آنے والی زندگی کے لئے تیار رہتے ہیں۔

خانہ کعبہ کے طواف سے جو کہ مسلمانوں کا قبلہ ہے، جس کی طرف پنج وقتہ نمازوں میں مسلمانوں کو رخ کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے خواہ وہ کہیں بھی ہوں، اور وقوف عرفات سے اور مزدلفہ اور منیٰ کے قیام سے مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی بعینہ اسی طرح عبادت کرنا ہے جیسا کہ اس نے ہمیں حکم فرمایا ہے۔۔



اس سے خانہ کعبہ یا مقامات مقدسہ کی بذات خود عبادت مقصود نہیں، کیوں کہ نہ تو ان کی عبادت کی جاتی ہے اور نہ ان کے اندر نفع و نقصان پہنچانے کی صلاحیت و طاقت ہے، ہم تو اس اللہ واحد کی عبادت کرتے ہیں جو نفع و نقصان پہنچانے کی تنہا طاقت رکھتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ اور طواف خانہ کعبہ کا حکم نہ دیا ہوتا تو کسی مسلمان کے لیے اس کا طواف اور وہاں کا سفر جائز نہ ہوتا، کیوں کہ عبادت اپنی رائے و مرضی سے نہیں کی جاتی بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق ہوتی ہے جو قرآن کریم میں ہے یا رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اور لوگوں کے ذمہ اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج کرنا ہے، اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو، اور



جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔“ [آل عمران: 97]⁽¹⁾

اسی طرح عمرہ ہر مستطیع مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ واجب ہے چاہے وہ حج کے دوران کرے، یا مستقل سفر کر کے کسی وقت چلا جائے۔ نبی کریم ﷺ کی مسجد کی زیارت حج کے دوران یا اس کے علاوہ کسی بھی وقت واجب نہیں، بلکہ وہ ایک مسلمان کے لیے مستحب اور باعث اجر و ثواب ہے، اور عدم زیارت پر کسی قسم کا کوئی گناہ اور

(1) اور جو بعض جاہل قبروں اور درگاہوں کی زیارت حج کی نیت سے کرتے ہیں وہ سراسر گمراہی اور اللہ و رسول کی نافرمانی ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”باقاعدہ سفر کر کے ان تین مسجدوں کے علاوہ کہیں اور نہ جایا کرو: مسجد حرام، میری مسجد (مسجد نبوی) اور مسجد اقصیٰ“۔ بخاری (1189)، مسلم (1397) ابو ہریرہ کی روایت سے۔



مواخذہ نہیں ہے۔ اور جہاں تک ان مروجہ و مشہور حدیثوں کا تعلق ہے جن میں یہ حدیث بھی ہے: ”جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا“۔ تو یہ غیر صحیح بلکہ موضوع حدیث ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی طرف غلط منسوب ہے۔⁽¹⁾

البتہ اس سفر کی اجازت ہے جو مسجد نبوی کی زیارت کی نیت سے کیا جائے اور جب کوئی مسجد نبوی پہنچ جائے تو

(1) اسی قبیل سے یہ حدیث ہے ”میری جاہ کے وسیلہ سے دعا کرو کیوں کہ میری جاہ اللہ کے یہاں بہت بڑی ہے“۔ دوسری جگہ ہے ”جس کو کسی پتھر سے بھی حسن ظن ہو جائے تو وہ بھی نفع بخش ہوگا“، تو اس طرح کی ساری احادیث موضوع اور صحت سے عاری ہیں۔ اور حدیث کی معتبر کتابوں میں موجود نہیں ہیں بلکہ ان گمراہ گمراہ علماء کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں جو شرک و بدعت کی دعوت دیتے ہیں اور انہیں کچھ شعور نہیں رہتا۔



تحیۃ المسجد پڑھ کر فارغ ہو جائے تو اس کے لیے مشروع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس حاضر ہو کر اس طرح صلاۃ وسلام پڑھے ”السلام علیک یا رسول اللہ“ اس وقت ادب واحترام کا پورا پاس ولحاظ رکھے، آواز پست رکھے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے کوئی سوال اور کوئی فریاد نہ کرے، بلکہ صلاۃ وسلام پڑھ کر وہاں سے ہٹ جائے، اسی طرح آپ نے اپنی اُمت کو تعلیم دی تھی اور صحابہ کرام نے عمل کر کے دکھایا۔

جو لوگ نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس نماز کی طرح خشوع وخضوع سے کھڑے ہو کر اپنی حاجتوں کو پوری کرنے کی درخواست کرتے ہیں یا آپ سے فریاد چاہتے ہیں یا اللہ کے یہاں آپ کو واسطہ ٹھہراتے ہیں تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ ان سے بری ہیں۔



چنانچہ مسلمانوں کو اس طرح کے اعمال سے چاہے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یا کسی اور کے ساتھ کیے جائیں اجتناب کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں کی اور پھر بقیع اور دوسرے شہداء کی قبروں کی مشروع طریقہ سے زیارت کرے، وہاں پہنچ کر سلام کرے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرے اور خود بھی عبرت حاصل کرے اور واپس آجائے۔

حج و عمرہ کا طریقہ:

اولا حاجی مالِ حلال و طیب کا انتظام کرے اور مالِ حرام سے اجتناب کرے، کیوں کہ حرام مال کا حج اور اس کی دعا مسترد کردی جاتی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث میں مروی ہے: ”ہر وہ گوشت جو مالِ حرام سے نشو و نما پائے



وہ دوزخ کی زیادہ حقدار ہے“⁽¹⁾۔ ایسے رفقاء حج کا انتخاب کرے جو صحیح العقیدہ اور ایمان والے ہوں۔

(1) طبرانی نے الأوسط (4480) میں، اور بیہقی نے "شعب الإیمان" (2/2173) میں، اور امام البانی نے اس حدیث کو سلسلۃ الصحیحۃ میں صحیح کہا ہے (6/212)۔



مواقیت:

جب حاجی بذریعہ کار وغیرہ میقات پر پہنچ جائے تو وہاں سے احرام باندھے، اگر ہوائی جہاز میں ہو تو میقات کے قریب پہنچتے ہی احرام باندھ لے اور میقات سے ہرگز تجاوز نہ کرے۔ میقات کا بیان: مکہ مکرمہ کے باہر سے آنے والے تمام حجاج کے لیے نبی کریم ﷺ نے جن مواقیت احرام کا حکم دیا ہے وہ پانچ یہ ہیں:

- ۱- ذوالحلیفہ: یہ مدینہ سے یا اس راستے سے آنے والے حجاج کی میقات ہے، اسے ابیار علی بھی کہتے ہیں۔
- ۲- جحفہ: یہ شام و مصر اور مغرب اور اس طرف سے آنے والے تمام حجاج کرام کی میقات ہے، یہ رابغ شہر سے قریب ہے۔



۳- قرن المنازل : یہ اہل نجد اور طائف اور اس راستے سے آنے والے تمام حجاج کی میقات ہے۔ یہ ”سیل اور وادی محرم“ کے نام سے مشہور ہے۔

4- ذات عرق: یہ اہل عراق یا اس راستے سے آنے

والے تمام حجاج کی میقات ہے۔

۵- یلملم: یہ اہل یمن کی میقات ہے۔

جو لوگ حج یا عمرہ کی نیت سے آتے ہوئے ان میقات سے گزریں، چاہے یہ حاجی حضرات میقات کے باہر دور یا قریب کے ہوں یا دنیا کے کسی بھی خطہ سے آرہے ہوں انھیں بہر حال یہاں سے احرام باندھ کر ہی جانا چاہیے۔ اہل مکہ نیز جو لوگ حدودِ میقات کے اندر رہنے والے ہیں وہ حج کا احرام اپنے گھر ہی سے باندھ کر آئیں (گھر سے میقات جا کر احرام باندھنے کی ضرورت نہیں)۔



احرام باندھنے کا طریقہ:

احرام سے پہلے جسم کی صفائی و ستھرائی کرنا، غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ میقات پہنچ کر احرام کے کپڑے زیب تن کرے، اور ہوائی جہاز سے سفر کرنے والا شخص گھر ہی سے کپڑے پہنے پھر نیت کر لے اور میقات کے قریب یا اس کے بالمقابل پہنچ کر تلبیہ⁽¹⁾ کہے۔ مرد دو صاف ستھرے کپڑوں میں احرام باندھے جو سِلے ہوئے نہ ہوں اور اپنے سر کو نہ ڈھاکے بلکہ اس کو کھلا رکھے۔ عورت حالتِ احرام میں کسی بھی قسم کے کپڑے پہن سکتی ہے، ان کے لیے مخصوص قسم کے کپڑے ضروری نہیں، ہاں شرط یہ ہے کہ اس کا

(1) تلبیہ: یعنی کہے: ”لبیک حجّاً أولبیک عمرۃ“ میں حج کے لیے حاضر ہوں میں عمرہ کے لیے حاضر ہوں، یعنی مسلسل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاضری کا ثبوت دیں۔



لباس کشادہ اور ساتر ہو اور بے پردگی اور اظہار زینت والا نہ ہو، اس کے لیے احرام کے وقت دونوں ہاتھوں میں دستانے پہننا، یا نقاب کے ذریعہ اپنے چہرے کو چھپانا ممنوع ہے، البتہ اگر غیر محرم سامنے آجائے تو چہرہ پر کوئی کپڑا لٹکالیں یا کسی اور چیز سے منہ چھپالیں، جیسا کہ ازواج مطہرات جب ان کے سامنے سے قافلے گزرتے تھے تو سروں سے اپنی چادریں چہرے پر لٹکالیتی تھیں۔

(حج کی قسمیں: حج تمتع): احرام کے کپڑے پہننے کے بعد حاجی دل سے عمرہ کی نیت کرے اور ”اللھم لبیک عمرۃ“ (اے اللہ! میں عمرہ کے لیے حاضر ہوں) کہہ کر تبلیہ پکارے، اور عمرہ کو حج سے ملا کر متمتع بن جائے⁽¹⁾ اور حج تمتع ہی

(1) متمتع وہ شخص ہے جو موسم حج میں عمرہ ادا کرے پھر احرام سے مکمل طور پر حلال ہو جائے پھر محظورات احرام کا کرنا اس کے لئے روا ہو جاتا ہے، پھر آٹھویں ذی



افضل ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو اسی کا حکم دیا تھا بلکہ لازم قرار دیا تھا، اور جس نے اس حکم کی تعمیل میں کچھ تردد کیا تو آپ اس سے ناراض ہو گئے تھے۔
البتہ جن کے ساتھ ”ہدی“⁽¹⁾ کے جانور ہوں وہ قران کے احرام میں باقی رہیں گے، جیسا کہ نبی ﷺ نے کیا تھا۔ قارن وہ شخص ہے جو حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام باندھے اور تلبیہ میں ”اللهم لبیک عمرہ حجاً“ (اے اللہ! میں عمرہ

الحجہ کو حج کے لیے احرام باندھے۔ قارن وہ شخص ہے جو حج و عمرہ ایک ساتھ ادا کرے اور صرف اعمال حج کو بجالائے، لیکن اس میں ضمناً عمرہ کی بھی نیت کر لے۔ اور مفرد وہ شخص ہے جو صرف حج کی نیت کرے اور عمرہ کی نیت نہ کرے۔

(1) ہدی: مویشی چوپائے جیسے اونٹ یا گائے یا بکری حاجی جن میں سے کسی کی قربانی دیتا ہے پھر فقراء و مساکین میں اس گوشت کا کچھ حصہ تقسیم کرتا ہے اور اس کا کچھ حصہ خود بھی کھاتا ہے۔



اور حج کے لیے حاضر ہوں) پکارے، قارن اپنے احرام میں اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ یوم النحر کو اپنی ”ہدی“ قربان نہ کر لے۔

اور مفرد وہ ہے جو صرف حج کی نیت کرے اور اللہم لبیک ”حجاً“ (اے اللہ! میں حج کے لیے حاضر ہوں) کہہ کر تلبیہ پکارے۔



ممنوعاتِ احرام:

احرام کی حالت میں تمام حاجیوں کے لیے حسب ذیل باتیں منع ہیں:

۱- جماع اور متعلقات جماع جیسے بوسہ لینا، شہوت سے چھونا، فحش باتیں کرنا، اسی طرح نکاح کرنا اور نکاح کرانا اور منگنی کرنا۔

۲- سر منڈوانا، یا بال کتروانا۔

۳- ناخن تراشنا۔

۴- کسی چمکنے والی چیز سے سر ڈھانکنا، لیکن چھتری یا خیمہ یا گاڑی کی چھت کے ذریعہ سایہ حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۵- خوشبو لگانا اور خوشبو سونگھنا۔



۶۔ خشکی کے جانور کا شکار کرنا اور اس کی نشاندہی کرنا۔

۷۔ مرد کے لیے قمیص یا کوئی دوسرا سلا ہوا کپڑا استعمال کرنا۔ عورت کا چہرے اور ہاتھوں پر نقاب یا سلا کپڑا ڈالنا۔ مرد جوتے پہن سکتا ہے اور اگر جوتے نہ ملیں تو موزے استعمال کرے۔

مذکورہ بالا ممنوعات میں سے نہ جانتے ہوئے یا بھول کر اگر کوئی شخص کسی چیز کا ارتکاب کر لے تو فوراً اسے دور کر دے اور اس پر کوئی فدیہ وغیرہ نہیں ہے۔

جب حاجی خانہ کعبہ پہنچے تو اس کا سات مرتبہ طواف قدوم کرے^(۱) ابتدا حجر اسود کے پاس سے تکبیر کے ذریعہ کرے اور ختم بھی وہیں کرے، طواف کے درمیان ذکر الہی

(۱) یعنی حرم مکہ میں داخل ہو۔



اور مختلف قسم کی دعاؤں میں مشغول رہے، طواف کے لیے کوئی خاص دعا نہیں ہے⁽¹⁾ اس کے بعد اگر ممکن ہو تو مقام ابراہیم⁽²⁾ کے پیچھے ورنہ مسجد حرام میں کسی بھی جگہ دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر اس کے بعد صفا پہاڑی⁽³⁾ پر چڑھ کر قبلہ کی طرف رُخ کرے، اور تکبیر و تہلیل کرے، اور دعا کرے، وہاں سے مروہ کی طرف جائے، وہاں بھی ویسے ہی کرے جو صفا پر کیا تھا، اس طرح سات مرتبہ سعی کرے، صفا سے مروہ تک جانا ایک چکر ہوا اور مروہ سے صفا واپس آنا

(1) ہاں حجر اسود اور رکن یمانی کے مابین ”رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ“ پڑھے۔ [البقرة: 201]

(2) مقام: یعنی مقام ابراہیم - علیہ السلام۔

(3) مسعی: یہ مکان سعی ہے، سعی: صفا اور مروہ کے درمیان ذرا تیزی سے چلنے کو کہتے ہیں، صفا اور مروہ یہ دونوں چھوٹے پہاڑ ہیں۔



دوسرا چکر ہوا، بھر اس کے بعد اپنے سر کے بال کٹوائے، اور عورت انگلی کے ایک پور کے بقدر اپنے بال کٹوائے، اور اس عمل کے بعد عمرہ پورا ہو گیا اور احرام کی وجہ سے جو چیزیں حرام ہو گئی تھیں وہ سب حلال ہو گئیں۔

عورتوں کے مخصوص مسائل: اگر کوئی عورت احرام باندھنے سے قبل یا اس کے بعد حیض یا نفاس سے دوچار ہو جائے تو وہ حج قرآن یعنی حج و عمرہ دونوں کا احرام باندھ لے اور دیگر حجاج کی طرح حج اور عمرہ کا تلبیہ پکارے، کیوں کہ حیض و نفاس احرام باندھنے اور وقوف عرفہ و مزدلفہ وغیرہ میں رکاوٹ نہیں ہیں البتہ صرف بیت اللہ کا طواف کرنا اس کے لیے منع ہے، چنانچہ جو عورت ایسی صورت حال سے دوچار ہو جائے وہ تمام حجاج کرام جیسے حج کے سارے ارکان کی ادائیگی کرتی رہے اور صرف بیت اللہ کا طواف پاک و صاف



ہونے تک مؤخر کیے رہے اور طہارت کے بعد اس کو پورا کرے۔ اگر کوئی عورت لوگوں کے حج کے احرام باندھنے اور منیٰ جانے سے قبل ہی پاک و صاف ہوگئی تو وہ غسل کر کے بیت اللہ کا طواف وسعی کرے اور اپنے بالوں کو کترا کے عمرہ کے احرام سے حلال ہو جائے۔ پھر تمام حجاج کے ساتھ حج کا احرام باندھ کر منیٰ جائے اور اگر آٹھویں تاریخ کو حجاج کے حج کا احرام باندھنے تک وہ طہارت نہ حاصل کر سکی تو وہ بھی ان کے ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے حج قرآن کی نیت کر کے سارے ارکان کی ادائیگی کرتی رہے، یعنی منیٰ جانا، عرفات اور مزدلفہ میں ٹھہرنا، رمی جمرات، قربانی، اور قصر کرنا وغیرہ تمام چیزوں کو حجاج کرام کے ساتھ کرتی رہے، اور جب پاک ہو جائے تو غسل کر کے بیت اللہ کا فرض طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرے۔



اور یہ طواف وسعی اس کے حج و عمرہ دونوں کی طرف سے کافی ہیں، کیوں کہ اسی طرح کی صورت حال حج و دواع کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیش آئی تھی اور انھیں نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کرنے کا حکم فرمایا تھا، ساتھ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ یہ طواف اور وسعی، حج اور عمرہ دونوں کی طرف سے کافی ہو جائے گی، کیوں کہ حج قرآن کرنے والے پر منفرد کی طرح صرف ایک طواف اور ایک وسعی واجب ہے ⁽¹⁾ اور نبی کریم ﷺ کا مذکورہ فرمان اس کی دلیل ہے، ایک

(1) یہ طواف عید کے دن یا اس کے بعد کرے گا، اور پہلا طواف جو اس نے حج سے پہلے کیا ہے اور جسے طواف قدوم کہا جاتا ہے یہ نفل طواف ہے، مفرد اور قارن کے لیے صرف ایک وسعی کرنی ہوگی، یہ وسعی اگر طواف قدوم کے ساتھ ہی کر لی تو کافی ہے، ورنہ عید کے دن یا اس کے بعد طواف افاضہ کے ساتھ وسعی بھی کرے۔



اور حدیث شریف میں ہے ”عمرہ حج میں قیامت تک کے لیے داخل ہو گیا ہے (واللہ اعلم)۔“

حاجی آٹھویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں اپنی قیام گاہ سے حج کا احرام باندھے جس طرح کہ عمرہ کا احرام باندھ کر میقات سے مکہ آیا تھا، ہو سکے تو غسل کرے اور خوشبو لگائے پھر احرام باندھے اور ”اللهم لبیک حجًا“ کہہ کر حج کی نیت کرے، اور احرام کی ساری پابندیوں کا خیال رکھے اور مذکورہ بالا سارے ممنوعات سے اجتناب کرے، یہ پابندیاں اس وقت تک رہے گی تاآں کہ مزدلفہ سے واپس منیٰ آکر



دسویں تاریخ⁽¹⁾ کو رمی جمرات اور قربانی اور حلق راس (سر منڈانے) سے فارغ نہ ہو جائے اور عورت قصر کرے گی۔

حاجی آٹھویں ذی الحجہ کو احرام باندھ کر منی تمام حجاج کے ساتھ جائے اور وہیں شب گزاری کرے، وہاں پانچ وقت کی فرض نماز اپنے اپنے وقت پر قصر ادا کرے (ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر) دوسرے دن نویں تاریخ کو سورج طلوع ہونے کے بعد سارے حجاج کے ہمراہ نمرہ جائے اور وہاں قیام کرے اور امام کے ساتھ ظہر وعصر کی نماز جمع وقصر کر کے ادا کرے اور زوال کے بعد وہاں سے عرفہ کی طرف نکل کر قبلہ رخ ہو کر زیادہ سے زیادہ ذکر و دعا میں مشغول رہے، اور

(1) یوم النحر یہ عید کا دن ہے، ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے، اس دن کا نام یوم النحر اس لیے رکھا گیا ہے کیوں کہ حجاج کرام اس دن اپنے قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے ہیں۔



اگر منی سے (نمرہ نہ جا کر) عرفہ میں جا کر بیٹھ جائے تو یہ بھی جائز ہے میدان عرفات پورا کا پورا مقام وقوف ہے۔

اور حاجی عرفات میں اللہ کے ذکر، دعا اور استغفار میں مشغول رہے اور پہاڑ کی طرف رخ نہ کر کے قبلہ رخ ہو جائے کیونکہ پہاڑ تو عرفات کا ایک جز ہے عبات سمجھ کر اس پر چڑھنا درست نہیں، اسی طرح اس کے پتھروں کو ٹچ کرنا جائز نہیں بلکہ یہ بدعت محرمہ ہے۔

پھر غروب آفتاب کے بعد لبیک پکارتے ہوئے پورے سکون و اطمینان کے ساتھ مزدلفہ کی طرف روانہ ہو جائے اور مزدلفہ پہنچتے ہی مغرب و عشاء کی نماز جمع تاخیر کے ساتھ قصر ادا کرے، اس کے بعد وہیں رات گزارے اور فجر کی نماز پڑھ کر جب اجالا ہو جائے تو طلوع آفتاب سے قبل اللہ کا ذکر کرتے ہوئے منی کی طرف روانہ ہو جائے۔ منی پہنچ کر طلوع



آفتاب کے بعد جمرہ عقبہ کی رمی کرے یعنی سات کنکریاں یکے بعد دیگرے مارے، کنکریاں بہت چھوٹی یا بہت بڑی نہ ہوں، بلکہ چنے کے برابر ہوں، جوتے وغیرہ سے رمی کرنا جائز نہیں، یہ لغو اور شیطانی عمل ہے، رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی اور اللہ اور رسول کی نافرمانی سے اجتناب ہی شیطان کو سب سے زیادہ رسوا⁽¹⁾ کرنے والی چیز ہے۔

رمی جمرہ عقبہ سے فارغ ہونے کے بعد حاجی قربانی کرے، پھر اپنے سر کا حلق کرائے اور عورتیں تھوڑا کٹوائیں، اگر مرد بھی قصر کرے تو جائز ہے لیکن حلق افضل ہے، پھر اپنے کپڑے پہن لے اور اب احرام کی پابندی ختم ہوگئی اور عورت کے علاوہ ساری چیزیں حلال ہو گئیں، پھر مکہ جائے اور طواف افاضہ اور اس کے بعد سعی کرے اور اس

(1) شیطان کو رسوا کرنا۔



کے بعد عورت بھی حلال ہو جائے گی، پھر طوافِ افاضہ سے فارغ ہونے کے بعد منیٰ واپس آجائے اور گیارہ اور بارہ اور تیرہ ذی الحجہ کی راتیں وہیں گزارے، اگر کوئی صرف دو راتیں ہی وہاں گزار کر واپس آجائے تو بھی جائز ہے۔ ان دونوں میں زوال کے بعد تینوں جہرات کو کنکریاں مارے، ابتدا پہلے جمرہ سے کرے جو منیٰ سے ملا ہوا ہے، پھر دوسرے کو اور پھر جمرہ عقبہ کو، ہر ایک کو سات کنکریاں مارے، ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہے، اور کنکریاں منیٰ میں اپنے قیام گاہ⁽¹⁾ سے لے کر جائے، جسے منیٰ میں جگہ نہ ملے تو جہاں خیمے ختم ہوتے ہیں وہیں ٹھہر جائے۔

اگر منیٰ میں صرف دو ہی دن قیام کر کے وطن واپس ہونا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ تیسری

(1) اپنی قیام گاہ۔



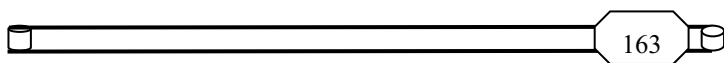
رات بھی مٹی میں گزارے اور زوال کے بعد رمی کرے۔
 جب اپنے ملک کو واپس جانا چاہے تو طواف وداع کرے، اور
 فوراً ہی روانہ ہو جائے، طواف فرض اور سعی کرنے کے بعد
 اگر کوئی عورت حیض یا نفاس سے دوچار ہو گئی ہو تو وہ طواف
 وداع سے مستثنیٰ ہے اور اس کا کرنا ضروری نہیں ہے۔

اگر کوئی حاجی قربانی کو گیارہ یا بارہ یا تیرہ تاریخ تک
 مؤخر کر دے تو یہ جائز ہے، اسی طرح اگر کوئی طواف افاضہ
 اور سعی کو مٹی سے واپسی پر کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے
 لیکن افضل دسویں تاریخ کو کرنا ہے۔

واللہ أعلم، وصلى الله على نبينا محمد وآله
 وسلم

(اور اللہ ہی سب سے زیادہ جانتا ہے، اور درود و سلام
 ہو محمد ﷺ پر، اور آپ کی آل پر)۔







ایمان:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول اور
ارکانِ اسلام پر ایمان کے ساتھ ساتھ فرشتوں⁽¹⁾ اور آسمانی
کتابوں⁽²⁾ پر بھی ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے، جنہیں اللہ

(1) فرشتے ایک مخلوق ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا فرمایا ہے جن کی تعداد
غیر معمولی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوائے ان کے صحیح اعداد و شمار سے کوئی واقف
نہیں، کچھ تو آسمانوں میں ہیں اور کچھ انسانوں (کے مختلف امور کے انجام دہی
کے) لیے مامور ہیں۔

(2) مسلمان اس پر ایمان رکھے کہ وہ کتابیں جو اللہ تعالیٰ نے رسولوں پر نازل فرمائی
تھیں سب برحق ہیں اور ان میں صرف قرآن کریم صحیح و سالم موجود ہے اور وہ
تورات و انجیل جو یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس موجود ہیں وہ خود ان کی تحریر کردہ
کتابیں ہیں، کیوں کہ ان میں بے حد اختلاف اور فرق پایا جاتا ہے اور سب سے بڑھ
کر تحریف و تبدیل کی دلیل یہ ہے کہ اس میں یہ عقیدہ موجود ہے کہ ”معبود تین
ہیں اور عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں“ حالاں کہ صحیح اور حق بات یہ ہے کہ معبود ایک ہے



تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمائی ہیں، جس سلسلہ کی آخری کتاب قرآن کریم ہے، جو تمام آسمانی کتابوں کی نسخہ ہے اور اللہ نے اسے گزشتہ کتابوں پر محافظ بنایا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ بھی حکم فرمایا کہ وہ سارے بھیجے ہوئے انبیاء کرام اور رسولوں پر ایمان لے آئیں، کیوں کہ سبھی کی دعوت ایک اور دین ایک ہے اور وہ دین

اور وہ اللہ واحد کی ذات پاک ہے اور عیسیٰ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے، نیز ان کتابوں میں اللہ کا جو کلام موجود ہے وہ قرآن سے منسوخ ہے، چنانچہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تورات کا ایک ورق دیکھا تو بے حد ناراض ہوئے اور فرمایا: اے ابن الخطاب کیا تمہیں ابھی کچھ شک ہے، اللہ کی قسم اگر میرے بھائی موسیٰ زندہ ہوتے تو میری ہی اتباع کرتے۔ چنانچہ حضرت عمر نے وہ ورق پھینک دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ: میرے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔ اُحمد (387/3) عن جابر بن عبد اللہ، اور امام الالبانی نے إرواء الغلیل میں حسن کہا ہے (1589)۔



اسلام ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے جو رب العالمین ہے نبی و رسول بنا کر بھیجا ہے، لہذا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام انبیاء کرام پر ایمان لائے جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہوا ہے کہ وہ اللہ کے رسول تھے جو اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے تھے اور اس کے ساتھ ہی یہ ایمان و یقین رکھے کہ سب سے آخری نبی محمد ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں جن کو ساری انسانیت کی طرف رسول بنا کر اللہ نے مبعوث فرمایا ہے، اور ساری انسانیت حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ اور ان کے علاوہ دیگر مذاہب آپ کی امت کے ایک فرد ہیں اور ساری سرزمین کے لوگ آپ کی اتباع اور آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کے مکلف ہیں۔

حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور سارے انبیاء ان لوگوں سے اظہارِ براءت کر دیں گے جو رسول اللہ



ﷺ کے دین اسلام پر ایمان نہ لائے کیونکہ مسلمان تمام انبیاء کرام پر ایمان لانے والا اور ان کی اتباع کرنے والا ہے۔ اور جو شخص حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہ لائے اور آپ کی پیروی نہ کرے اور دین اسلام پر ایمان و یقین نہ رکھے وہ درحقیقت سارے انبیاء کرام کا منکر ہے اگرچہ اپنے کو کسی ایک نبی کا پیروکار کہے، اس سلسلہ میں تفصیل سے (فصل ثانی میں) دلائل ذکر کیے جا چکے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس امت کا کوئی بھی شخص چاہے وہ یہودی ہو یا عیسائی اسے میری بعثت کی اطلاع ہوئی ہو اور میری رسالت و شریعت پر ایمان لائے بغیر مرجائے تو وہ جہنم میں جائے گا۔“⁽¹⁾

(1) مسلم (153)، أحمد (317/2)۔



اسی طرح ہر مسلمان کے لیے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور حساب و کتاب، جزا و سزا، جنت و جہنم یعنی یوم آخرت کی ہر چیز پر اور اللہ کی تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے۔

قضاء و قدر پر ایمان کا مطلب:

قضاء و قدر پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اور تقدیر پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو کائنات کی ہر چیز اور بندوں کے سارے اعمال کا آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے علم ہے، اور یہ ساری معلومات اس کے پاس لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں، اور ایک مسلمان کو اس کا بھی علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو چاہا وہ ہو گئی اور جس چیز کو اس نے نہیں چاہا وہ نہیں ہوئی، اور اس نے بندوں کو اپنی عبادت و اطاعت کے



لیے پیدا فرمایا ہے اور اس کے طریقوں کو واضح فرمادیا ہے اور اس کے کرنے کا صراحتاً حکم دیا ہے، اور اسی طرح سے اپنی معصیت سے منع کیا ہے اور اس کی بھی نشاندہی فرمادی ہے، اور انسانوں کو قدرت اور ارادہ کی صلاحیت دی ہے جس کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرامین کی بجا آوری کر سکیں تاکہ اجر و ثواب سے نوازے جائیں، اور جس نے اس کی نافرمانی کی اور گناہوں کا مرتکب ہوا وہ سزا و عذاب کا مستحق ہوگا۔

اور بندوں کی مشیت و طاقت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔ جہاں تک ان چیزوں کا تعلق ہے جن میں بندوں کی مشیت و اختیار کا کوئی دخل نہیں اور ان کا ہونا ناگزیر ہوتا ہے اور انسان کے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ وقوع پذیر ہوتے ہیں جیسے بھولنا، غلطی کرنا، بیماری، غریبی، مصیبتوں سے دوچار ہونا، زبردستی کرائی گئی چیز، تو ان جیسی تمام چیزوں پر اللہ



تعالیٰ کی طرف سے انسان پر کوئی گرفت نہیں، اور نہ کسی طرح کی سزا و عذاب ہے، بلکہ فقر و فاقہ اور مصیبتوں پر بندہ جب صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔

مذکورہ تمام چیزوں پر ایمان رکھنا ایک مسلمان پر واجب

ہے۔

مسلمانوں میں سب سے زیادہ راسخ العقیدہ اور پختہ ایمان والے اور اللہ تعالیٰ سے قربت رکھنے والے اور جنت میں بڑے مرتبہ والے محسنین ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت اور خوف خشیت اور تعظیم و توقیر کرتے ہیں گویا کہ وہ لوگ اسے دیکھ رہے ہوں اور اس کی کسی طرح معصیت نہیں کرتے، ان کا ظاہر و باطن ایک جیسا ہوتا ہے، اور اگر یہ کیفیت نہیں ہو پاتی تو کم سے کم اس کا استحضار رہتا ہے کہ



اللہ تعالیٰ انھیں دیکھ رہا ہے، اور ان کے اقوال و افعال اور نیتوں میں سے کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہیں ہے، چنانچہ اس کی اطاعت سے سرشار اور اس کی نافرمانی سے کنارہ کش رہتے ہیں، اور جب ان سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو توبہ و استغفار میں جلدی کرتے ہیں اور اپنے گناہوں پر ندامت اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا عزم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے رہتے ہیں اور نیکی کرتے رہتے ہیں۔“ [النحل: 128]



دین اسلام کا کامل ہونا:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام بطور دین کے پسند کر لیا۔“ [المائدہ: 3] [دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”بے شک یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے رہتے ہیں خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بڑا بھاری اجر ہے۔“] [الاسراء: 9] [مزید قرآن کے بارے میں ارشاد ہے: ”اور ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے جو ہر بات کو کھول دینے والی، اور مسلمانوں کے حق میں ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔“] [النحل: 89]

اور صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں تمہیں نہایت واضح اور روشن شاہراہ پر چھوڑ کر جا رہا

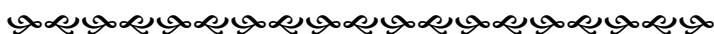


ہوں جس کی راتیں دن کی طرح روشن اور عیاں ہیں، اس راستہ سے وہی کجی اختیار کرے گا جو ہلاک ہو کر رہے گا۔⁽¹⁾ ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: ”میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک انھیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے، اللہ کی کتاب (قرآن) اور اس کے نبی کی (میری) سنت۔“⁽²⁾

مذکورہ آیتوں کے معنی و مفہوم کی توضیح:

(1) أبو داود (4607)، ترمذی (2676)، ابن ماجہ (43) الفاظ سنن الترمذی کے ہیں، أحمد (17142) تھوڑے الفاظ کے اختلاف کے ساتھ، اور امام الألبانی نے صحیح ابن ماجہ (41) میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(2) مالک (3338)، اور امام الألبانی نے اس حدیث کو صحیح الجامع میں صحیح کہا ہے (2937)۔



پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ اس نے دین اسلام کو مسلمانوں کے لیے مکمل فرمادیا ہے، اب اس میں کسی طرح کی کمی و بیشی کی قطعاً گنجائش نہیں، وہ ہر زمانے اور ہر ملک کے لیے یکساں طور پر قابل قبول ہے، اور یہ اعلان فرمادیا کہ اس نے مسلمانوں کو یہ کامل ترین دین عطا فرما کر نبی کریم ﷺ کی رسالت کے ذریعہ اور مسلمانوں کو ان کے دشمنوں پر فتح یاب کر کے اپنی ساری نعمتوں کو تمام فرمادیا ہے، مزید یہ بھی واضح فرمادیا کہ اس نے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے، اب اس سے کبھی ناراض نہیں ہوگا اور دین اسلام کے علاوہ کسی سے کوئی دوسرا دین قبول نہیں کرے گا۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ قرآن کریم ایک مکمل دستور حیات ہے، اس میں دینی و دنیاوی تمام



امور و معاملات کی انتہائی واضح اور اطمینان بخش ہدایات اور تعلیمات موجود ہیں، کوئی خیر و بھلائی کی چیز نہیں جس کی طرف قرآن نے رہنمائی نہ کی ہو اور اسی طرح کوئی شر و برائی کی بات نہیں جس سے خبردار نہ کیا ہو۔ جدید و قدیم قسم کے کیسے بھی مسائل ہوں قرآن کریم میں ان کا معتدل اور صحیح حل موجود ہے، اور ہر وہ حل جو قرآن سے متصادم ہو وہ سراسر ظلم اور جہالت ہے۔

علم و عقیدہ اور سیاست اور نظام حکومت اور عدالتی، معاشرتی، معاشی اور تعزیراتی نظاموں سے متعلق سارے احکام و قوانین قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت سے بیان فرما دیے ہیں اور اس کی مکمل و جامع تشریح و تفہیم رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے بیان فرمادی ہے، اسی کی طرف قرآن کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔ ”ہم نے یہ کتاب



آپ پر نازل کردی جو ہر چیز کی صاف صاف وضاحت کرنے
والی ہے۔“ [النحل: ۸۹]

آنے والی فصل میں دین اسلام کے کمال اور اس کے
درست، کامل اور جامع منہج کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔



چوتھی فصل: اسلامی منہج:

۱۔ علم:

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو سب سے پہلی چیز واجب و لازمی قرار دی ہے وہ حصول علم ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”تو آپ اس کا یقین رکھیے کہ بجز اللہ کے کوئی حقیقی معبود نہیں اور اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیے اور سارے ایمان والوں اور ایمان والیوں کے لیے بھی، اور اللہ خوب خبر رکھتا ہے تم (سب) کے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی“۔ [محمد: 19] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”اللہ تم میں ایمان والوں کے اور ان کے جنہیں علم عطا ہوا ہے درجے بلند کرے گا اور جو تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے“۔ [المجادلہ: ۱۱] مزید ارشاد ہے: ”اور آپ کہیے کہ اے میرے پروردگار



بڑھادے میرے علم کو۔“ [طہ: 114] ایک جگہ اور فرمایا: ”اگر تم لوگ نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔“ [الأنبياء: 7]. ایک صحیح حدیث میں محمد ﷺ کا ارشاد ہے: ”ہر مسلمان پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔“⁽¹⁾ اسی طرح دوسری حدیث میں فرمایا: ”ایک عالم کی جاہل پر ایسی ہی فضیلت ہے جس طرح چودھویں رات کے چاند کی فضیلت سارے ستاروں پر ہے۔“⁽²⁾

اسلام میں باعتبار وجوب کے علم کی چند قسمیں ہیں:

(1) ابن ماجہ (224)، اور طبرانی نے الصغیر (224) میں، اور امام الالبانی نے اس حدیث کو صحیح الجامع (3808) و (3809) میں صحیح کہا ہے۔

(2) ترمذی (2322)، ابن ماجہ (4112)، اور امام الالبانی نے اس حدیث کو صحیح الجامع میں صحیح کہا ہے (1609)



قسم اول: جو ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور جس کی عدم واقفیت کی وجہ سے کوئی معذور نہیں سمجھا جائے گا، وہ ہے ”اللہ تعالیٰ کی معرفت“، ”رسول اللہ ﷺ کی معرفت“ اور ”دین اسلام کے ضروری امور کی معرفت حاصل کرنا“۔⁽¹⁾

قسم دوم: جو فرض کفایہ ہے، یعنی اگر اسے امت کے کچھ لوگ حاصل کر لیں تو بقیہ تمام لوگوں کی طرف سے کافی ہوگا اور وہ لوگ عدم تحصیل پر گنہگار نہیں ہوں گے، لیکن ان لوگوں کے لیے بھی اس کا حاصل کرنا مستحب اور افضل ہوگا، اور وہ ہے فقہی و شرعی مسائل میں اتنی مہارت حاصل کرنا کہ تدریس، منصب قضا اور افتاء کا اہل ہو جائے اور لوگوں کو دینی و شرعی رہنمائی کر سکے۔ اسی ضمن میں وہ سارے

(1) اس کی تفصیل گزشتہ تین فصلوں میں گزر چکی ہے۔



دنیاوی علوم و فنون بھی آتے ہیں جن کے ذریعہ مسلمان خود کفیل ہو جائیں اور دوسروں کے محتاج نہ رہیں، اس لیے مسلمان حکمرانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ کچھ ایسے افراد تیار کرائیں جو یہ علوم و فنون حاصل کریں، جو مسلمانوں کے لیے ضروری ہیں اور جن کے ذریعہ وہ خود کفیل ہو سکتے ہیں۔

۲- عقیدہ:

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو یہ حکم فرمایا کہ وہ برملا یہ اعلان کر دیں کہ سارے لوگ اللہ واحد کے بندے ہیں، لہذا ان کے لیے ضروری ہے کہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اسی سے براہ راست بغیر کسی واسطہ کے اپنی عبادت و دعا کا رابطہ قائم رکھیں جس کی تفصیلات توحید کی شرح میں گزر چکی ہیں، اور اسی طرح صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک پر



بھروسہ رکھیں، اسی سے خوف و خشیت کا اظہار کریں، اسی سے امیدیں رکھیں⁽¹⁾ کیوں کہ نفع و نقصان کا مالک وہی ہے، اور ان تمام صفات کمال سے اسے متصف کریں جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو متصف فرمایا ہے یا رسول اللہ ﷺ نے اسے متصف کیا ہے جیسا کہ اس کا بیان گزر چکا ہے۔

3- لوگوں سے رابطے میں رہنا:

(1) اس سے مراد یہ ہے کہ: مخلوق سے نہ خوف کھائیں اور نہ ہی امید رکھیں جیسے مرے ہوئے لوگوں اور بتوں سے خوف کھانا اور امید رکھنا جو کسی طرح کی قدرت نہیں رکھتے، ہاں ایسا خوف جو انسان کے اندر پایا جاتا ہے جیسے شیر اور چوروں کا خوف وغیرہ اور اسی طرح ایسے شخص سے امید رکھنا جس سے مدد کی امید ہو جیسے ایک ذمہ دار اور سخی شخص تو اس طرح کا خوف اور اس طرح کی امید ایک طبعی و فطری بات ہے اس پر کسی قسم کی ملامت نہیں۔



اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو یہ حکم فرمایا ہے کہ وہ ایسا نیک صفت انسان بنے جو انسانیت کو کفر و شرک کی تاریکی سے نکال کر اسلام کے نور کی طرف لانے کی کوشش کرے، اسی کے پیش نظر ہم نے اس کتاب کو مرتب اور اسے زیر طبع سے آراستہ کر کے لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کی ہے، تاکہ اس فرضِ دعوت اور حقوق العباد کی فرضیت سے سبکدوش ہو سکیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ ایمان باللہ کا رابطہ ہی ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے مربوط کرتا ہے، اور اسی بنیاد پر باہمی تعلقات و معاملات استوار کیے جائیں، لہذا ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے جو نیک اور اللہ کا فرماں بردار ہو محبت کرے، اگرچہ وہ دور کا رشتہ دار تک نہ ہو، اور ان کافروں سے بغض و عداوت رکھے جو اللہ تعالیٰ



اور رسول اللہ ﷺ کے نافرمان ہیں، اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہی مضبوط رشتہ اور رابطہ ہے جو دو مختلف اشخاص کو باہم ملاتا اور ان میں الفت و محبت پیدا کرتا ہے، بخلاف نسبی اور وطنی اور عارضی و مادی رشتوں کے جو بہت جلد چکنا چور ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، آپ انھیں نہ پائیں گے کہ ایسوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں، خواہ وہ لوگ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے کنبے والے ہی کیوں نہ ہوں۔“ [المجادلہ: 22] [مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”بے شک تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار شخص اللہ کے نزدیک سب سے معزز ہے۔“] [الحجرات: 13]



اللہ و تعالیٰ پہلی آیت کریمہ میں یہ بتا رہا ہے کہ اللہ پر ایمان رکھنے والا مرد مومن اللہ کے دشمنوں سے اظہار محبت نہیں کرتا، اگرچہ وہ قریب ترین رشتہ دار ہوں۔

دوسری آیت میں یہ واضح فرما رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں شرف و منزلت رکھنے والا محبوب شخص وہ ہے جو اس کا فرماں بردار ہو، چاہے وہ کسی بھی رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والا فرد ہو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عدل و انصاف سے معاملہ کرنے کا حکم فرمایا ہے، چاہے دوسرا شخص دشمن ہو یا دوست، اور ظلم و ستم کو اپنی ذات پاک پر حرام قرار دیا ہے اور اپنے بندوں کے مابین بھی حرام ٹھہرایا ہے۔ اور امانت داری اور سچائی کا حکم دیا ہے اور خیانت سے منع فرمایا ہے، اور والدین کی اطاعت و خدمت، رشتہ داروں سے صلہ رحمی،



فقراء و مساکین کے ساتھ احسان اور رحم دلی کا حکم فرمایا ہے، اور رفاہی کاموں میں حصہ لینے کی ترغیب دی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے کا حکم فرمایا ہے، حتیٰ کے جانوروں کے ساتھ اچھے سلوک کرنے کا حکم اور ان کو تکلیف دینے سے منع فرمایا ہے۔⁽¹⁾ ہاں نقصان پہنچانے والے جانوروں کو جیسے پاگل کتے⁽²⁾ سانپ، چوہے،

(1) یہاں تک کہ حلال جانور کو ذبح کرتے وقت ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ چھری کو تیز کر لیا جائے تاکہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو اور بآسانی ذبح ہو جائے، اور حلق کی جگہ چھری پھیری جائے اور شہ رگ کاٹی جائے تاکہ خون اچھی پوری طرح نکل جائے، اور اونٹ کو گردن سے نیچے نحر کیا جائے، اور جانور کو بجلی کا شاک دے کر یا سر پر مار کر قتل کرنا حرام ہے اور اس طرح قتل کئے گئے جانور کا کھانا ناجائز ہے۔

(2) وحشی کتا جو لوگوں کو ایذا پہنچائے، اور اس میں تمام وحشی ایذا پہنچانے والے جانور بھی شامل ہیں۔



بچھو اور چھپکلی وغیرہ جیسے جانوروں کو مارڈالا جائے گا، تاکہ ان کے شر سے لوگ محفوظ رہ سکیں، ہاں ان کو بھی تکلیف دے دے کر مارنا منع ہے۔

4- مرد مومن کے مراقبہ اور قلبی واعظ کے متعلق:

قرآن کریم کی متعدد آیتیں یہ بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں، نیز ان کے تمام اعمال اور دل میں چھپے ہوئے رازوں اور نیتوں سے واقف اور باخبر ہے، اور ان کے اقوال و اعمال کے ریکارڈ تیار کیے جارہے ہیں اور اس کام کے لیے کچھ فرشتے مقرر ہیں جو ہمہ وقت ساتھ ہیں اور ہر چھوٹی و بڑی اور ظاہری و باطنی چیزوں کو جو انسانوں سے صادر ہوتی ہیں لکھ لیا کرتے ہیں، اور اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ یوم آخرت میں ان کا حساب و کتاب لے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دردناک



عذاب سے ڈرایا اور متنبہ کیا ہے جو لوگ اس دنیاوی زندگی میں اس کی نافرمانی اور گناہ کرتے ہیں، چنانچہ مومنین ان تنبیہات سے سبق حاصل کرتے ہوئے معصیت اور نافرمانی سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرتے ہیں اور جرائم اور مخالفتوں سے اجتناب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے خوف و خشیت کا اظہار کرتے ہیں۔

اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے خوف و خشیت نہیں رکھتے اور گناہوں پر قدرت کے وقت اس کا ارتکاب کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی باز رکھنے کا ایک طریقہ مقرر فرمایا ہے، وہ یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ آپس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہیں، اور اس طرح ہر مسلمان اس کا شعور رکھے کہ ہر وہ گناہ جو کوئی دوسرا شخص بھی کرے وہ اپنے آپ کو عند اللہ



اس کا ذمہ دار تصور کرتے ہوئے حسب استطاعت اپنی زبان سے یا ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرے، نہیں تو کم از کم اسے دل میں برا سمجھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمان حکمرانوں⁽¹⁾ کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اسلامی قوانین کی خلاف وزری کرنے والوں پر اللہ کے مقرر کردہ حد کی تنفیذ کریں، جس کی تفصیلات اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و فعل سے بیان فرمائی ہیں، یعنی جرائم پیشہ لوگوں پر جرائم کے اعتبار سے ان پر سزا نافذ کریں تاکہ عدل و انصاف، امن و امان اور خوشحالی کا دور دورہ ہو۔

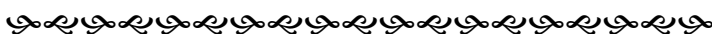
۵۔ اسلام کا اجتماعی کفالتی اور تعاونی نظام:

(1) حاکم یار نیس۔



اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ باہمی طور پر مالی اور مادی تعاون کیا کریں جس کی قدرے تفصیلات زکوٰۃ و صدقات کے باب میں بیان ہو چکی ہیں، اسی طرح اس نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کی ایذا رسانی سے منع فرمایا ہے خواہ کتنی ہی معمولی سی چیز کے ذریعہ ہو، جیسے راستوں یا سایہ والی جگہوں پر کوئی ناخوشگوار چیز ڈال دی جائے اللہ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ اور ایسی تکلیف دہ چیزوں کو زائل کرنے پر اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے، اور تکلیف پہنچانے والے کو سزا کی وعید سنائی گئی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان پر یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ دوسرے کے لیے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اور اس کے لیے وہ چیز ناپسند کرے جو اپنے لیے ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ایک



دوسرے کی مدد، نیکی اور تقویٰ میں کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو بیشک اللہ سخت عذاب والا ہے۔“ [المائدہ: 2] [مزید ارشاد ہے: ”بے شک مسلمان (آپس میں) بھائی بھائی ہیں، سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو۔“] [الحجرات: 10] نیز فرمایا: ”سرگوشیاں بہت سی ایسی ہیں جن میں کوئی بھلائی نہیں، ہاں البتہ بھلائی یہ ہے کہ کوئی صدقہ کی ترغیب دے یا کسی اور نیک کام کی، یا لوگوں کے درمیان اصلاح کی، اور جو کوئی اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے گا سو ہم اس کو عنقریب اجر عظیم دیں گے۔“ [النساء: 114] [رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”کوئی شخص مومن (کامل) نہیں ہو سکتا تا آں کہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز نہ پسند کرے جو اپنے



لیے پسند کرتا ہے۔“⁽¹⁾ اسی لیے آپ ﷺ نے حج و دواع کے عظیم خطبہ⁽²⁾ کے دوران جو آپ نے حیات طیبہ کے آخری دنوں میں دیا تھا اللہ تعالیٰ کے سابقہ احکام کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اور امام احمد نے روایت کیا: ”اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے جد امجد ایک ہیں، غور سے سنو! کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت و فوقیت نہیں، نہ کسی عجمی کو عربی پر، اور نہ کسی کالے کو کسی گورے پر اور نہ کسی گورے کو کسی کالے پر فضیلت حاصل ہے، مگر تقویٰ کے ذریعہ کیا میں نے اللہ کا حکم تمہیں پہنچا دیا؟“ تو سبھی لوگوں

(1) بخاری (13)، مسلم (45) اور الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔

(2) یہ اقتباسات اس جامع و عظیم الشان خطبہ کے ہیں جو کتب احادیث نبویہ میں مختلف مقامات پر مذکور ہیں۔



نے کہا: ”اللہ کے رسول نے پہنچا دیا ہے“۔⁽¹⁾ اور آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا: ”بے شک تمہارا خون اور تمہارے اموال اور تمہاری عزت و آبرو ایسے ہی حرام ہیں جس طرح آج کا یہ دن تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینے میں حرام ہے، کیا میں نے پہنچا نہیں دیا؟ سبھی نے عرض کیا ہاں“ پھر آپ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا: اے اللہ! تو گواہ رہ۔“⁽²⁾

۶- داخلی سیاست:

(1) أحمد (22978)، اور امام الألبانی نے السلسلة الصحيحة میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے (6/199)۔

(2) بخاری (105)، مسلم (1718) الفاظ صحیح بخاری کے ہیں۔



اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ہی میں سے کسی کا انتخاب کر کے اپنا امام و حاکم مقرر کر لیں اور اس کی اطاعت و حاکمیت کو تسلیم کریں اور اتفاق و اتحاد کا مظاہرہ کریں اور اختلاف و انتشار کا شکار نہ ہوں اور اس طرح سے امت واحدہ ہونے کا ثبوت دیں۔ اسی طرح انھیں حکم فرمایا کہ وہ اپنے امام و حاکم کی اطاعت اور فرماں برداری کریں، البتہ جب اللہ تعالیٰ کی معصیت پر مجبور کریں تو اس میں ان کی اطاعت و فرماں برداری نہیں کی جائے گی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ایسے شہر یا ملک میں رہے جہاں اپنے اسلام کا اظہار نہ کر سکتا ہو اور نہ اس کی آزادانہ طور پر دعوت و تبلیغ کر سکتا ہو تو وہ وہاں سے کسی اسلامی ملک کی طرف ہجرت



کرجائے⁽¹⁾ جہاں اسلامی قوانین و شریعت کی تنفیذ ہوتی ہو، اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام و قوانین کے مطابق کوئی مسلمان حکمرانی کرتا ہو، کیوں کہ اسلام علاقائی حد بندیوں اور قومی اور لسانی تفریق اور امتیازات کا قائل نہیں، بلکہ ایک مسلمان کی قومیت اسلام ہے، تمام لوگ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور ساری سرزمین کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے، لہذا مسلمان جہاں جی چاہے بغیر رکاوٹ کے آزادانہ طور پر آمد و رفت رکھ سکتا ہے، بشرط یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین پر عمل پیرا ہو اور جب وہ اللہ کے مقرر کردہ حدود کی مخالفت کرے تو اسے اسلامی تعزیرات سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اللہ کی شریعت پر عمل اور اسلامی حدود⁽²⁾ کی تنفیذ سے ہی امن و امان قائم

(1) اس کو حکم دیا۔ اگر استطاعت رکھتا ہو۔

(2) حدود: شریعت اسلامیہ میں مقرر کردہ سزاؤں کو مرکب جرائم پر نافذ کرنا۔



ہو سکتا ہے، مسلمانوں کے حقوق محفوظ رہ سکتے ہیں اور ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ہو سکتی ہے اور اسی میں سب کی بھلائی ہے اور اس شریعت سے اعراض کی صورت میں ہر برائی جنم لے سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی عقل و شعور کی حفاظت کی خاطر ہر نشہ آور اور فحش⁽¹⁾ پیدا کرنے والی چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ اور شراب نوشی کرنے والے کی سزا چالیس سے اسی کوڑے تک مقرر کی ہے۔ تاکہ وہ اس حرکت سے باز آجائے اور اس کے عقل کی حفاظت ہو سکے، نیز وہ دوسروں کے لیے عبرت ہو اور وہ اس کے شر و شرارت سے محفوظ ہو جائیں۔

(1) المفترات: ایسی اشیاء جو سستی، کاہلی اور انسانی عقل و اعضاء کو ماند کرنے کا سبب بنیں۔



قتل کی حرمت:

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جان و خون کی حفاظت کے پیش نظر ناحق قتل کو حرام قرار دیا ہے اور قاتل کی سزا قصاص کے طور پر قتل قرار دی ہے، اور زخموں کا بھی قصاص مقرر فرمادیا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان کو اپنی جان و مال اور عزت کی حفاظت اور دفاع کا بھی حق دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور تمہارے لیے اے اہل فہم (قانون) قصاص میں زندگی ہے، تاکہ تم متقی بن جاؤ۔“ [البقرة: 179] نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”جو شخص اپنے نفس کے دفاع میں قتل ہوا وہ شہید ہے، اور جو شخص اپنے اہل و عیال کے دفاع میں قتل ہوا وہ شہید ہے، اور جو



شخص اپنے مال و دولت کے دفاع میں قتل ہوا وہ شہید ہے۔“
(1)

غیبت اور تہمت کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عزت و آبرو کی حفاظت اس طور پر فرمائی کہ ایک مسلمان کو اپنے مسلم بھائی کی غیر موجودگی میں ایسی بات کہنے کی ممانعت فرمائی ہے جو اسے ناگوار لگے (یعنی غیبت کی ممانعت فرمائی ہے) اسی طرح کسی مسلمان پر کسی اخلاقی جرم مثلاً زنا یا لواطت کی تہمت لگانے والے کی سزا، تاآں کہ وہ اسے شرعی طور پر ثابت نہ کر دے، اسی کوڑے مقرر فرمائی ہے۔

(1) أبوداود (275/2) نسائی (316/2)، أحمد (1652)، اور امام الألبانی نے اس حدیث کو صحیح الترغیب والترہیب: (1411)، و صحیح الجامع (4172) میں صحیح کہا ہے۔



زنا کی حرمت:

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے نسل و نسب کی حفاظت کی خاطر زنا اور ناجائز جنسی تعلقات⁽¹⁾ کو حرام فرمایا ہے اور اس اخلاقی جرم کو بہت بڑا گناہ قرار دے کر سختی سے اس کی ممانعت فرمائی ہے، اور جب شرعی طور پر اس کا ثبوت ہو جائے تو اس کی انتہائی بھیانک سزا مقرر کی ہے تاکہ لوگوں کے لیے عبرت ہو۔

چوری اور دھوکہ دہی وغیرہ کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اموال کی حفاظت کے پیش نظر چوری، دھوکہ دہی، جوا، رشوت اور ان کے علاوہ تمام

(1) اللہ تعالیٰ نے نسل و نسب کے ضیاع و اختلاط سے حفاظت کی خاطر زنا کو حرام فرمایا تاکہ زنا کے سبب کسی شخص کی نسبت اپنے غیر باپ کی طرف نہ ہو۔



ناجائز طریقوں سے کمائی ہوئی دولت کو حرام قرار دیا ہے اور ان غلط طریقوں پر پابندی اور روک تھام کے لیے چوری و ہزنی کرنے والے کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کیا ہے جب کہ ہاتھ کاٹنے کی شرطیں پائی جائیں، اور اگر ہاتھ کاٹنے کی شرطیں پوری نہ ہوں مگر چوری ثابت ہے تو بھی کچھ سزائیں دی جائیں تاکہ وہ اس قسم کی حرکتوں سے باز آئے۔

ان قوانین کو اس ذات پاک نے مقرر فرمایا ہے جو غیر معمولی علم و حکمت رکھنے والی ہے اور وہ اپنے بندوں کی فطرت و کیفیت سے سب سے زیادہ باخبر ہے، اور ساتھ ہی ساتھ ان پر انتہائی شفقت اور رحم کرنے والی ہے، چنانچہ اس نے ان سزائوں کو مسلمان مجرموں کے گناہوں کے لیے کفارہ قرار دیا ہے اور معاشرہ کو ان کے اور دوسروں کے شر و فتن سے محفوظ کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ جو لوگ قاتل کے قتل



اور چور کے ہاتھ کاٹے جانے پر اعتراض کرتے ہیں وہ دراصل اس عضو فاسد کے کاٹنے پر اعتراض کر رہے ہیں جو اگر نہ کاٹا جائے تو اس کے جراثیم پورے معاشرے میں سرایت کر جائیں گے اور اس طرح پورا معاشرہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔⁽¹⁾ جب کہ یہی لوگ دوسری طرف اپنے فاسد اغراض و مقاصد کے لیے معصوم جانوں کی ہلاکت اور ناحق ظلم و زیادتی اور خون بہانے پر داد تحسین دیتے ہیں۔

7- اسلام کی خارجی سیاست:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ وہ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دیں تاکہ ان

(1) مریض کے جسم کے عضو فاسد کا کاٹ دیا جانا زیادہ بہتر ہے، جس کا مطالبہ خود مریض اور اس کے اہل و عیال کرتے ہیں تاکہ پورا جسم صحیح و سالم محفوظ رہے۔



کو کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و اسلام کے نور کی طرف لے جائیں اور دنیاوی زندگی کی مادی آلائشوں اور محرومیوں سے نجات دلا کر اس روحانی سعادت اور قلبی اطمینان و سکون سے روشناس کرائیں جس سے مسلمان حقیقی معنوں میں لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ایک مسلمان کو یہ حکم ہے کہ وہ ایک نیک اور مفید عنصر بن کر معاشرے میں رہے اور اپنے صلاح کے ذریعہ بگڑے ہوئے معاشرے کو درست کرے اور ساری انسانیت کو تباہی سے بچائے اور اس کی خیر خواہی اور تعاون میں کوئی کسر باقی نہ رکھے، بخلاف دوسرے انسانی نظام حیات کے، جو انسان سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ خود ایک اچھا شہری بن کر رہے، دوسروں کی اصلاح و فلاح اس کے ذمہ نہیں ہے۔ یہ اس بات کی واضح اور بین دلیل ہے کہ انسان کے خود ساختہ نظام حیات کتنے



ناقص اور فاسد ہیں اور اسلام کا نظام حیات کتنا مکمل اور صالح ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے اپنی پوری وسعت اور صلاحیت کو بروئے کار لائیں تاکہ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کی جائے اور اللہ اور ان کے دشمنوں کو مرعوب اور خوف زدہ کیا جائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غیر مسلموں سے بوقت ضرورت معاہدے کرنے کی اجازت دی ہے جو شرعی اصول و ضوابط کے مطابق ہوں، اور انھیں عہد شکنی سے منع فرمایا، الا یہ کہ دشمن ہی خود عہد شکنی کرنے لگے یا ایسی حرکات و حالات پیدا کر دے جو صراحتاً عہد و پیمان کے خلاف ہوں۔



مسلمانوں کو قتل و قتال کرنے سے پہلے یہ حکم ہے کہ پہلے کفار و مشرکین کو اسلام کی دعوت دیں، اگر وہ اس سے انکار کر دیں تو ان سے جزیہ دینے اور حکم الہی کے سامنے سرنڈر ہونے کا مطالبہ کریں⁽¹⁾ اگر اس سے بھی انکار کر دیں

(1) اسلامی حکومت میں رہنے والے مسلمان باشندے حکومت کو زکوٰۃ دیں گے اور غیر مسلمین جزیہ دیں گے۔ جزیہ ایک متعین رقم بالغ مردوں سے لی جاتی ہے، عورتوں، بچوں، مجنون، بڑی عمر کے افراد اور فقراء سے نہیں لی جاتی۔ جزیہ بآسانی ادا کی جانے والی رقم ہے جس کی مقدار عہد نبوی ﷺ میں ہر سال ایک دینار تھی، اور یہ مقدار اتنی کم ہے کہ کوئی بھی مالدار سال میں ایک مرتبہ بآسانی ادا کر سکتا ہے، یہ رقم اسلامی حکومت میں پر امن زندگی گزارنے کے عوض میں ہے، اس جزیہ سے انھیں مسلمانوں کی جانب سے ان کے مال اور عزتوں کی حفاظت کی جاتی ہے، اور جب مسلمان ان کے حقوق کی ادائیگی اور دشمنوں کے مقابلہ ان کی حمایت سے عاجز آجائیں تو یہ مسلمان ان سے لیے ہوئے مال کو لوٹا دیں گے۔ اگر یہ لوگ (غیر مسلمین) اسلامی حکومت کی دفاع، حمایت اور ملک کی حفاظت میں مسلمانوں کے



تو کفر و شرک اور ظلم و ستم کے فتنوں کا قلع قمع کرنے کے لیے ان سے قتال کریں⁽¹⁾ تاکہ صرف اللہ تعالیٰ کے دین کا بول بالا ہو۔

اسی طرح دوران قتال مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ وہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور کنیسہ میں موجود راہبوں سے کوئی تعرض نہ کریں، الا یہ کہ یہ لوگ کفار و مشرکین کے ساتھ کسی طرح کا تعاون کرتے ہوں، اسی طرح قیدیوں کے ساتھ بھی حسن معاملہ کا حکم ہے۔ ان تعلیمات و ہدایات سے بخوبی

ساتھ کھڑے رہیں تو مسلمان ان سے جزیہ نہیں لیں گے اور اسلامی حکومت مسلمانوں کی مدد کی طرح ان کے فقراء و مساکین کی بھی مدد اور علاج کرے گی۔

(1) فتنہ اس وقت رونما ہوگا جب لوگوں تک اسلام کو پہنچنے سے روک دیا جائے اور اس وقت بھی فتنہ رونما ہوگا جب بغیر زور و بردستی کے لوگ آزادی کے ساتھ اسلام قبول کرنا چاہیں تو انھیں روک دیا جائے۔



اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلامی جہاد و غزوات کا مقصد لوٹ مار، یا بالادستی حاصل کرنا، یا ناجائز فائدہ اٹھانا نہیں ہے، بلکہ اس کے انتہائی عظیم الشان اور مقدس اغراض و مقاصد ہیں اور وہ ہیں دین حق کی نشر و اشاعت، اور انسانیت کے ساتھ رحم و کرم اور انسانیت کو مخلوق کی غلامی سے نکال کر اللہ خالق کی بندگی میں داخل کرنا۔

۸- اسلام میں آزادی:

(۱) مذہبی آزادی:

اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں کو جو اسلامی حکومت کے تحت آجائیں انھیں مذہبی آزادی دے رکھی ہے، انھیں اسلامی عقائد و احکام سے روشناس کرا دیا جائے اور اسلام کی دعوت دے دی جائے، اس کے بعد جس کا جی چاہے دین اسلام کو قبول کر کے دینی و نبوی سعادت و کامیابی حاصل کرے، اور جو کوئی



اپنے آباء و اجداد کے دین پر باقی رہ کر بد بختی اور عذاب آخرت کا مستحق ہونا چاہے تو اسے بھی پورا اختیار ہے، اور اس طرح سے اس پر حجت تمام ہوگئی، اب اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ عذر پیش کرنے کا جواز نہیں ہوگا کہ اسے دعوت نہیں پہنچی۔ اس وقت مسلمان اسے سابقہ دین پر چھوڑ دیں گے اور اس کی جان و مال کی حفاظت کے عوض جزیہ وصول کریں گے، وہ اسلامی قوانین کا پابند ہوگا اور مسلمانوں کے سامنے اپنے کفر و شرکیہ شعائر کا اظہار نہ کرے گا۔

لیکن کوئی مسلمان اگر دین اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے، اس لیے کہ وہ اس بھیانک جرم کے وجہ سے زندہ رہنے کا حق نہیں رکھتا، ہاں



اگر توبہ واستغفار کر کے دوبارہ اسلام میں داخل ہو گیا تو اس کی توبہ قابل قبول ہوگی۔⁽¹⁾

(1) الردۃ: اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لینا ہے، جس نے پورے یقین کے ساتھ اسلام کو اپنایا ہو تو کوئی بھی ثقافت یا مذہب اسے اسلام سے ہٹا نہیں سکتا، کیوں کہ کوئی بھی مذہب اسلام کے کمال اور اعجاز کو پہنچ نہیں سکتا، ارتداد کے محرکات میں سے ہے: مسلم معاشرے میں فتنہ برپا کرنا اور اسے کفر کی طرف دھکیلنا یا شہوت اور اجتماعی وادی مصالح کو حاصل کرنے کی تگ و دو کرنا، اس طرح اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کرنا گویا سب سے اہم اور بڑے میثاقی ربانی سے روگردانی کرنا ہے، یہ اسی طرح کی بات ہے جو اس وقت بیشتر ممالک و وطن عزیز کے ساتھ غداری کرنے والے کے حق میں سزائے موت کا فیصلہ سناتے ہیں، شریعت اسلامیہ میں مرتد پر حد نافذ کرنے کا حق صرف حاکم وقت کو ہے اور حاکم وقت قضا کے اصول و ضوابط کی بنیاد پر مسلم معاشرے کے تحفظ کی خاطر مرتد پر سزا نافذ کرتا ہے۔



اگر کسی نے اسلام سے خارج کرنے والی چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا بھی ارتکاب کر لیا تو اس کو ترک کر کے اس سے توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔

اسلام سے خارج کرنے والی چیزیں کئی ایک ہیں، جن میں سے مشہور ترین یہ ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور عبادت میں دوسروں کو شریک بنانا، اگرچہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی کو واسطہ اور شفاعسی بنا کر ہی کیوں نہ ہو، جسے وہ پکارے اور تقرب حاصل کرے اور شفاعت کی درخواست کرے، خواہ اس کی الوہیت کا لفظاً و معنی اعتراف، معبود اور عبادت کے معنی جاننے کی وجہ سے کرے، جیسا کہ دور جاہلیت کے مشرکین کرتے تھے، جنہوں نے اپنے سابقہ صالحین کے نام سے ایسے بُت بنا رکھے تھے جن کی شفاعت کی غرض سے عبادت کیا کرتے



تھے۔ یا اعتراف نہ کرے کہ وہ معبود ہے اور اس کا یہ فعل عبادت ہے، جیسا کہ آج کے نام نہاد مسلمانوں کا حال ہے، جن کو اگر عقیدہ توحید کی دعوت دی جائے تو اس کو قبول نہیں کرتے، وہ اس زعم باطل میں ہیں کہ شرک تو صرف بتوں کے سامنے سجدہ کرنے کا نام ہے، یا یہ کہ کوئی بندہ کسی غیر اللہ کے بارے میں یہ کہے کہ یہ میرا معبود ہے۔

ان کا حال یا مثال اس شخص جیسی ہے جو شراب کو دوسرا نام دے کر نوش کرے، جس کی قدرے تفصیلات گزر چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ”آپ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کی عبارت کرتے رہیے، یاد رکھو عبادت خالص اللہ ہی کے لیے ہے اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں کہ ہم تو ان کی پرستش بس اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کا مقرب بنادیں، بے شک



اللہ ان کے درمیان فیصلہ کردے گا جس بات میں یہ باہم اختلاف کر رہے ہیں، بے شک اللہ ایسے کو راہ راست پر نہیں لاتا جو جھوٹا ہو، ناشکرا ہو۔“ [الزمر: 2-3] دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”یہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی حکومت ہے، اور جنہیں تم اس کے علاوہ پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے، اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں گے، اور اگر سن بھی لیں تو تمہارا کہا نہ کر سکیں گے، اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کرنے ہی سے منکر ہوں گے اور تجھ کو (اللہ) خیر کا سا کوئی نہ بتائے گا۔“ [سورہ فاطر: ۱۳-۱۴]

۱- مشرکوں اور دیگر کفار جیسے یہودی، عیسائی، ملحد، مجوسی، اور وہ طاغوتی طاقتیں جو اللہ کے قوانین کے علاوہ سے فیصلے اور حکومتیں کرتے ہیں اور احکام الہی کی مخالفت کرتے



ہیں، اور اللہ کے فیصلہ سے راضی نہیں ہوتے، تو جو شخص جاننے کے باوجود انہیں کافر نہ سمجھے وہ خود بھی کافر ہو گیا۔

۲۔ جس نے شرکیات پر مشتمل جادو، ٹونا خود کیا یا علم آجانے کے بعد کرنے والے کو صحیح سمجھا وہ کافر شمار ہو گا۔

۳۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی دوسری شریعت یا نظام، اسلامی شریعت سے اکمل و افضل ہے، یا یہ کہ کسی اور کا فیصلہ آپ ﷺ کے فیصلہ سے بہتر ہے، یا غیر الہی قانون سے فیصلہ لینا جائز ہے۔

۴۔ رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھنا یا آپ کی لائی ہوئی باتوں میں سے کسی بات کو مبغوض سمجھنا۔



۵۔ جانتے ہوئے اللہ کے دین کی کسی بات کا مذاق

اڑانا۔^(۱)

۶۔ اسلام کی فتح و نصرت اور سر بلندی کو ناپسند کرنا اور

اس کی شکست و کمزوری پر مسرت کا اظہار کرنا۔

۷۔ کفار سے دوستی اور ان کی تائید اور مسلمانوں کے

خلاف یہ جانتے ہوئے بھی ان کی مدد کرنا کہ کفار سے دوستی رکھنے والا انہیں کے زمرہ میں شمار ہو گا۔

۸۔ یہ اعتقاد رکھنا کہ مجھے شریعت محمدیہ کے حدود سے

تجاوز کرنے کی اجازت ہے، حالاں کہ کسی شخص کے لیے کسی

(۱) اللہ یا اس کے رسل (جیسے محمد یا موسیٰ یا عیسیٰ علیہم السلام) یا دین اسلام کے کسی

بھی گوشے کا مذاق اڑانا۔



بھی مسئلہ میں رسول اللہ ﷺ کی شریعت سے سرِ مو تجاوز کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

۹۔ اللہ تعالیٰ کے دین سے اعراض کرنا، چنانچہ جس نے جان بوجھ کر اسلام سے اعراض کیا، یعنی نہ اسے سیکھا اور نہ ہی اس پر عمل کیا وہ کافر ہے۔

۱۰۔ اسلام کے کسی ایسے حکم کا انکار جس پر سب کا اجماع ہو اور اس جیسے لوگوں پر وہ حکم مخفی نہ ہو۔ ان نواقض کے دلائل قرآن و سنت میں بکثرت موجود ہیں۔

(ب) فکری آزادی:

اسلام نے آزادی فکر کی مکمل اجازت دی ہے بشرط یہ کہ یہ آزاد فکر اسلامی تعلیمات سے متصادم نہ ہو، چنانچہ ایک مسلمان کو یہ حکم ہے کہ حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہ



کرے، بلکہ اس کو بہترین جہاد کہا گیا ہے، اسی طرح اس کو حکم ہے کہ اپنے حکمرانوں کو خیر خواہی میں مشورہ دے اور اچھی باتوں کی نصیحت کرے اور بری چیزوں سے منع کرے، اور باطل کے علمبرداروں کی مخالفت کرے، ان کو اس سے باز رکھے، اور کسی کی رائے کو ملحوظ رکھنے کا یہ سب سے بہتر نظام ہے۔ رہے وہ افکار و نظریات جو اسلامی شریعت کے مخالف اور متضادم ہوں تو ان کے اظہار کی بالکل اجازت نہیں، کیوں کہ یہ سراسر فساد و تباہی اور حق کی تیخ کنی ہے۔

(ج) انفرادی آزادی:

اللہ تعالیٰ نے شریعت اسلامیہ کے حدود کے اندر رہتے ہوئے مسلمان کو شخصی و انفرادی آزادی دے رکھی ہے، چنانچہ ایک انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت اپنے تصرفات و معاملات میں پورا آزاد ہے اور اس حریت کی بنا پر بیع و شراء، ہبہ،



وقف، عفو در گزر، نیز شریک حیات کا انتخاب کرنے اور دیگر بہت سے دینی و دنیاوی معاملات کا اختیار رکھتا ہے، اسے کوئی مجبور نہیں کر سکتا، البتہ عورت کسی ایسے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی جو دین میں اس کے مساوی نہ ہو، تاکہ اس کے عقیدے اور شرافت کی حفاظت ہو سکے، اور یہ پابندی خود اس کی اور اس کے خاندان کی بھلائی کے لیے ہے۔

عورت کا ولی (نسب کے اعتبار سے قریب ترین شخص یا اس کا نائب) ہی اس کے عقد نکاح کے امور کا ذمہ دار ہو گا، کیوں کہ عورت خود اپنا نکاح براہ راست نہیں کر سکتی، تاکہ زانیہ عورتوں سے مشابہ نہ ہو جائے، اور اس کی شرافت اور عصمت و عفت اور حیا و شرم پر آنچ نہ آئے چنانچہ ولی، ہونے والے شوہر سے کہے گا کہ میں نے فلاں کا نکاح تم سے کر



دیا اور اس کے جواب میں دو گواہوں کی موجودگی میں وہ یہ کہے گا کہ میں نے قبول کیا۔

اسلام ایک مسلمان کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ شرعی حدود و قوانین کے خلاف ورزی کرے، کیوں کہ خود وہ اور ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، اس لیے ان قوانین کے حدود کے اندر رہتے ہوئے معاملات و تصرفات کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لیے باعث رحمت و سعادت بنایا ہے، جو ان پر عمل پیرا ہوا وہ ہدایت یاب اور کامیاب ہوا اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ بدبخت و برباد ہوا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے زنا، لواطت، خودکشی اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے کو سختی سے حرام قرار دیا ہے۔

جہاں تک ناخن ترشوانے، مونچھ کتروانے، زیر ناف حلق کرانے، بغل کے بال صاف کرنے، اور ختنہ کرانے کا



تعلق ہے تو وہ اس لیے انجام دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو اللہ کے دشمنوں سے ان چیزوں میں مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے جو ان کی خصوصیات کے قبیل سے ہوں، کیوں کہ ظاہری طور پر تشبہ سے باطنی طور پر تعلق اور قلبی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ ایک مسلمان سے یہ چاہتا ہے کہ وہ صحیح اسلامی فکر و نظر کا منبع ہو، مستورد انسانی افکار و نظریات کا مخزن نہ ہو، اسی طرح وہ دوسروں کے لیے نیک نمونہ ہو، ان کا مقلد نہ ہو۔

اسی طرح اسلام نے مسلمانوں کو صنعتی تعمیر و ترقی اور فنی ایجاد و اختراع اور اعلیٰ علوم و فنون کے حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور غیر مسلموں سے بھی استفادہ کرنے اور سیکھنے



میں کوئی مضائقہ نہیں رکھا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہی انسان کا معلم حقیقی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا“۔ [العلق: ۵]

اور انسان کی انفرادی آزادی سے فائدہ اٹھانے، اس کی کرامت کو محفوظ رکھنے اور خود اس کے اور دوسروں کے شر سے بچانے میں انسان کی اصلاح اور خیر خواہی کا یہ سب سے اعلیٰ مقام ہے۔

(د) ہائشی آزادی:

اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو گھر کے اندر رہنے کے وقت آزاد رکھا ہے، چنانچہ کسی دوسرے شخص کو بغیر اس کی اجازت کے گھر میں جھانکنے یا داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔



(ھ) معاشی آزادی:

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تلاش معاش اور اس کے انفاق کے سلسلہ میں شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے آزاد رکھا ہے، چنانچہ اسے کام کرنے، کمانے، اور محنت و مزدوری کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کر سکے، مزید برآں خیر و احسان کے راستہ میں خرچ کرے، بایں ہمہ دوسری جانب حرام کمائی جیسے سود، جوا، رشوت، چوری، جادو ٹونا کی اجرت، شراب فروشی، زنا، لواطت، جاندار کی فوٹو گرافی، آلات لہو و لعب کی کمائی اور رقص و سرود سے حاصل کردہ تمام رقومات اور مال و دولت کو حرام قرار دیا ہے، اور جس طرح ان راستوں سے کمانا حرام کیا ہے اسی طرح ان راستوں میں تعاون کرنا بھی حرام فرمایا ہے، لہذا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف کار خیر اور جائز مصرف



میں خرچ کرے۔ اور یہ انسان کے لیے کمانے اور خرچ کرنے کے معاملہ میں ہدایت و خیر خواہی اور اصلاح کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے، تاکہ حلال کمائی کے ذریعہ وہ مالدار ہو کر خوش حال زندگی گزار سکے۔

9- اسلام کا عائلی نظام:

اللہ تعالیٰ نے اسلامی شریعت میں خاندانی نظام کو غیر معمولی خوبیوں کے ساتھ مرتب و منظم فرمادیا ہے، اور وہ ایسا جیامع اور مکمل ہے جس پر عمل پیرا ہونے والوں کو ہر طرح کی راحت اور سعادت حاصل ہوتی ہے، چنانچہ اس کے مندرجہ ذیل اصول و امور ہیں:

(الف) والدین کے حقوق:



اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان مرد و عورت پر والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت و اطاعت ضروری قرار دیا ہے، تاکہ وہ ان سے راضی اور خوش رہیں، کیوں کہ ان کی خوشنودی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ اسی طرح والدین سے دور رہنے والے کے لیے ان کی برابر زیارت کرنا، ان کی خدمت کرنا، اور ضرورت مند ہوں تو ان کا نان و نفقہ پورا کرنا اور رہائش فراہم کرنا ضروری قرار دیا ہے، اور ایسا کرنے والوں کے لیے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو عذاب و عقاب کا مستحق بتایا ہے جو والدین کی نافرمانی کرتے اور ان کی خدمت اور ضروریات کی فراہمی میں کوتاہی برتتے ہیں۔

(ب) زوجین کے حقوق:



اللہ تعالیٰ نے نکاح مشروع فرمایا ہے اور اس کی حکمت
خود قرآن کریم میں اور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے
بیان اور واضح فرمائی ہے۔



نکاح کی مشروعیت کی حکمت:

۱- نکاح سے عفت اور عصمت کی زندگی نصیب ہوتی ہے۔ حرام کاری اور بد فعلی (زنا، لواطت) سے محفوظ رہتا ہے۔ اور بد نگاہی سے انسان محفوظ رہتا ہے۔

۲- نکاح کے بعد مرد و عورت دونوں کو سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے زوجین کے درمیان الفت و محبت رکھی ہے۔

۳- مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

۴- زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کے کام آتا ہے، جب کہ ہر ایک اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ نظام کو فالو کرتا ہے جو ہر ایک کے طبیعت کے موافق ہے۔



چنانچہ مرد خارجی اعمال اور کسب معاش کا ذمہ دار ہوتا ہے اور عورت داخلی امور اور حمل ولادت، بچوں کی رضاعت، تربیت، صفائی ستھرائی، کھانا پکانے وغیرہ جیسے امور کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اور جب شوہر تھکا ماندہ گھر میں داخل ہوتا ہے تو بیوی اس کے لیے اسباب راحت اور طمانینت فراہم کرتی ہے اور وہ اپنے اہل و عیال سے مسرت و اطمینان محسوس کرتا ہے اور ساری تکان اور ہوموم و غموم بھول جاتا ہے اور اس طرح وہ گھرانہ مسرور و مطمئن نظر آتا ہے۔ اگر کوئی موزوں اور مناسب موقع و محل ہو تو عورت کے لیے کام کرنا، اور عورت کا گھریلو اخراجات میں شوہر کا ہاتھ بٹانا جائز ہے لیکن اس کے لیے چند شرطیں ہیں: اول: عورت کی جائے عمل مردوں سے الگ تھلگ ہو، اس طور پر کہ باہمی اختلاط نہ پایا جائے، جیسے اپنے گھر کے اندر یا اپنے کسی باغ یا شوہر کے کسی فارم وغیرہ



میں جہاں بالکل اختلاط نہ ہو، اور جہاں اختلاط ہو جیسے کارخانے، دکانیں، دفاتر، تو ایسی جگہوں پر قطعاً اسے کام کرنے کی اجازت نہیں اور نہ اس کے شوہر یا بھائی اور والدین اور رشتہ داروں کو حق ہے کہ اس کی اجازت دیں، کیوں کہ یہ خود فتنے میں پڑنے اور دوسروں کو اس میں مبتلا کرنے اور پورے معاشرے میں فساد برپا کرنے کے مترادف ہے۔ عورت جب تک اپنے گھر میں محفوظ اور پردہ نشیں اور امن وامان میں رہتی ہے، اس وقت تک بدبخت دست درازی نہیں کرپاتے اور گنہگار اشخاص بدنگاہی نہیں کر سکتے، لیکن اس کے برعکس جب عورت لوگوں کے درمیان نکل پڑتی ہے تو اپنا قیمتی سرمایہ عفت و عصمت کھو بیٹھتی ہے اور اس بکری کی طرح ہوجاتی ہے جو درندوں کے درمیان پھنس جائے، پھر تھوڑی ہی دیر میں اس کی شرافت اور کرامت کے تانے بانے



تار تار ہو جاتے ہیں اور وہ بد بخت افراد اس کی عزت و آبرو کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔

تعدد زوجات: اسلام نے تعدد زوجات کی اجازت دی ہے، اگر کوئی شخص ایک عورت پر اکتفا نہ کرنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کو چار شادیوں تک کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، بشرط یہ کہ ان کے مابین نان و نفقہ، رہائش، اور شب گزاری میں عدل و انصاف سے کام لے، اور جہاں تک قلبی محبت اور لگاؤ کا تعلق ہے تو اس میں عدل شرط نہیں ہے کیوں کہ یہ انسان کے بس کی بات نہیں، وہ اس میں معذور ہے، اور اس عدل پر قدرت رکھنے کی اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد گرامی میں نفی فرمائی ہے: ”اور تم سے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ تم بیویوں کے درمیان (پورا پورا) عدل کرو خواہ تم اس کی (کیسی ہی) خواہش رکھتے ہو“۔ [النساء: 129] وہ عدل محبت



اور اس کے لوازمات ہیں، جس میں عدل کا عدم حصول قابل مذمت نہیں ہے، جو تعدد زوجات کے لیے ضروری ہے کیوں کہ انسان اس پر قادر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے لیے تعدد زوجات کو مشروع فرمایا تھا اور یہ مشروعیت ہر اس شخص کے لیے ہے جو عدل بین الزوجات کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ مردوں اور عورتوں کے مصالح اور ان کے مزاج و مذاق سے سب سے زیادہ واقف ہے اور ان کے حسب حال احکام نازل فرماتا ہے چنانچہ ایک باصحت اور سلیم الفطرت شخص اتنی جنسی طاقت و صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ چار عورتوں کو بیک وقت رکھ سکے اور ان کو عفت و عصمت سے ہم کنار کر سکے، اگر عیسائیوں⁽¹⁾ کے مذہب کے مطابق

(1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تعدد زوجات منع نہیں تھا، یہ بعد کے عیسائیوں کا خود ساختہ قانون ہے۔



ایک بیوی تک ازدواجی زندگی کو محدود و محصور کر دیا جائے جس کا بعض نام نہاد مسلمان بھی نعرہ بلند کر رہے ہیں تو اس سے مندرجہ ذیل مفاسد رونما ہوں گے:

اول: اگر کوئی شخص مومن صادق اور متقی و پرہیزگار ہو تو اس قانون اور پابندی کی وجہ سے اپنے آپ کو قدرے مایوس اور محروم تصور کرے گا اور اپنی جائز خواہشات کو دبانے اور ختم کرنے پر مجبور ہوگا، کیوں کہ ایک بیوی اپنی نسوانیت کی وجہ سے مختلف حالات سے دوچار ہوتی ہے جیسے حمل، حیض و نفاس اور مرض وغیرہ، جس میں شوہر جنسی تعلقات قائم نہیں رکھ سکتا، تو اس دوران وہ اپنے کو علیحدہ اور بغیر بیوی کے تصور کر سکتا ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ بیوی اسے پسند ہو اور دونوں کے درمیان محبت و الفت قائم ہو، لیکن اگر اسے اپنی بیوی سے زیادہ محبت و لگاؤ



نہ ہو تو ان ایام میں مزید تشویش اور ذہنی انتشار و تناؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔

دوم: اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور خائن ہو تو ان حالات میں یقیناً خیانت کرے گا اور بیوی کو نظر انداز کرتے ہوئے زناکاری کے بھیانک گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے گا، بہت سے وہ لوگ جو تعدد زوجات پر لمبے چوڑے اعتراضات کرتے ہیں اور عورتوں کے حقوق کے علمبردار نظر آتے ہیں، وہ اپنی ذاتی زندگی میں زناکاری و فحاشی کے غیر محدود جرائم میں ملوث ہوتے ہیں۔ اور اس سے بھی خطرناک بات یہ ہے کہ تعدد زوجات کی مخالفت کرنے والا اور اس کی مشروعیت کو جانتے ہوئے کہ اللہ نے اسے مباح کیا ہے نکتہ چینی کرنے والا کافر شمار ہو گا۔



سوم: تعدد زوجات کی ممانعت سے معاشرہ کی بے شمار عورتیں ازدواجی زندگی اور اہل و عیال کی نعمت سے محروم ہو جائیں گی، چنانچہ ایک عفت پسند اور پاکیزہ خاتون مسکین اور بیوہ ہو کر زندگی بسر کرے گی، جب کہ دوسری طرف فسق و فجور کی دلدادہ دوشیزہ جرائم پیشہ افراد کے ساتھ داد عیش دے گی۔

سبھی لوگ یہ بخوبی جانتے ہیں کہ دنیا کے ہر دور میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ رہی ہے، کیوں کہ مرد ہی جنگوں میں کام آتے ہیں اور تلاش معاش میں مختلف خطرات سے دوچار ہو کر موت کے آغوش میں چلے جاتے ہیں، اسی طرح سب لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ عورت بالغ ہونے کے فوراً بعد شادی کے قابل ہو جاتی ہے، لیکن بہت سے مرد بالغ ہونے کے فوراً بعد ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں کے



سنہالنے کی لیاقت واستطاعت نہیں رکھتے، کیوں کہ ان کے ذمہ مہر اور بیوی کے اخراجات ہوتے ہیں۔ ان مذکورہ وجوہات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام نے عورت کے ساتھ انصاف اور رحم کیا ہے۔ جو لوگ جائز تعدد زوجات کی مخالفت کرتے ہیں وہ در حقیقت عورتوں کے، انبیاء کرام کی سنت کے اور شرف و فضیلت کے دشمن ہیں، کیوں کہ انبیاء کرام نے بھی متعدد شادیاں کی ہیں اور شرعی حدود کے اندر تعدد زوجات کو اپنایا ہے۔

رہی غم اور غیرت کی بات جو دوسری بیوی کے آنے کی صورت میں پہلی بیوی محسوس کرتی ہے تو یہ ایک جذباتی بات ہے، اسے ایک شرعی حکم پر مقدم نہیں کیا جاسکتا، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ عورت شادی سے پہلے اپنے ہونے والے شوہر سے یہ شرط لگا لے کہ اس کے ہوتے ہوئے وہ دوسری



شادی نہیں کرے گا، اور اس شرط کو قبول کر لینے کے بعد شوہر کو اس کی پابندی کرنی ہوگی، لیکن اس کے باوجود اگر وہ دوسری شادی کرنا چاہے تو پہلی بیوی کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے تو اس کی زوجیت میں رہے اور چاہے تو نکاح فسخ کرالے، اور ایسی صورت میں بیوی کو دی ہوئی کسی بھی چیز کے واپس لینے کا کوئی حق شوہر کو نہیں ہوگا۔

طلاق کی اجازت: اللہ تعالیٰ نے طلاق کی اجازت دی ہے، اور اس کی مشروعیت اور جواز ان ناگزیر حالات میں ہے جب زوجین کے مابین اختلاف شدید ہو جائے، اور مزاج میں کوئی مناسبت نہ پائی جائے اور الفت و محبت ختم ہو جائے اور باہمی نباہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے، چنانچہ ان ناگفتہ بہ حالات میں دونوں کو بد بختی سے بچانے کے لیے اسلام نے یہ اجازت مرحمت فرمائی ہے کہ زوجین خوش اسلوبی سے الگ



ہو جائیں اور پھر نئے سرے سے کسی شریک حیات کا انتخاب کر کے دنیا کی بقیہ زندگی خوشگوار گزار سکیں، اور دونوں کا اگر اسلام پر خاتمہ ہوا تو آخرت کی زندگی میں بھی سعادت سے ہمکنار ہوں۔⁽¹⁾

۱۰۔ اسلام کا نظام حفظانِ صحت:

اسلامی شریعت نے تمام زریں طبّی اصول و ضوابط بتادئے ہیں، چنانچہ قرآن کریم نے اور نبی کریم ﷺ نے بہت سی

(1) نیک اور مسلمان عورت (جن کی شادی نہ ہو سکی یا اسے طلاق دے دی گئی) کو جب اللہ بعثت اور حساب و کتاب کے بعد جنت میں داخل کرے گا تو اسے مسلمان جنتی مردوں سے شادی کرنے اور ان کے انتخاب کا اختیار دے دے گا تو وہ جس سے چاہے گی شادی کرے گی، اور وہ عورت جس کے دنیا میں یکے بعد دیگرے متعدد شوہر رہے ہوں تو ان میں سے اس کا دنیا میں سب سے محبوب شوہر جنت میں اس کا شوہر ہوگا، بشرط یہ کہ وہ جنتی ہو۔



احادیث میں نفسیاتی اور جسمانی امراض کی تشخیص اور اس کے مادی اور روحانی علاج کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے حق میں شفا اور رحمت ہیں۔“ [الاسراء: 82]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”اللہ تعالیٰ جب کوئی بیماری نازل کرتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا علاج بھی نازل فرماتا ہے، تو کچھ لوگ اس کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ اس سے ناواقف رہتے ہیں۔“⁽¹⁾

رسول اللہ ﷺ ایک اور حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں: ”اے اللہ کے بندو! علاج معالجہ کیا کرو، اور خبردار!

(1) أحمد (1 / 377، 413، 453)، ابن ماجہ (2 / 340)، ابن حبان

(1394)، حاکم (4 / 196)، اور امام الألبانی نے السلسلة الصحيحة میں اس حدیث

کو صحیح کہا ہے (451)



حرام چیزوں سے علاج نہ کیا کرو“۔⁽¹⁾ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”زاد المعاد فی ہدی خیر العباد“ میں طب نبوی کے موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے، کیوں کہ اسلام اور خاتم المرسلین محمد ﷺ کی سیرت کے بیان میں یہ جامع ترین، صحیح اور مفید ترین کتابوں میں سے ہے۔

۱۱- معیشت، تجارت، صنعت اور زراعت:

اور لوگوں کو جن چیزوں کی حاجت ہے جیسے پانی، خوراک، عوامی افادیت اور وہ تنظیم جو ان کو اپنے شہروں اور دیہاتوں کی بحالی، ان کی صفائی ستھرائی، ان میں ٹریفک کے

(1) أبو داود (3874)، اور امام الألبانی نے صحیح الجامع میں اس حدیث کو صحیح کہا

ہے (1762)



ضوابط کی ضمانت، دھوکہ دہی اور جھوٹ کے خلاف جنگ، وغیرہ سے متعلق ہے ان سب کا تفصیلی بیان اسلام میں موجود ہے۔

12- پوشیدہ دشمن اور ان سے حفاظت کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مسلمانوں کے دشمنوں کی نشاندہی کردی ہے جو ان کے دینی و دنیوی ہلاکت کا سبب بنتے ہیں جب وہ ان دشمنوں کی پیروی کرنے لگے، چنانچہ ان سے بچنے اور ان کے شر و فتن سے محفوظ رہنے کا طریقہ بیان فرما دیا ہے اور وہ دشمن یہ ہیں:

دشمن اول : شیطان لعین ہے، جو دوسرے سارے دشمنوں کو انسان کے خلاف اکساتا اور بھڑکاتا ہے اور اسی نے ہمارے ماں باپ حضرت آدم و حوا کو جنت سے نکلوا یا اور قیامت تک ان کی ذریت کا دائمی دشمن ہو گیا، یہ پوری



جانفشانی سے یہ کوشش کرتا ہے کہ انسان کو بہکا کر کفر و شرک میں مبتلا کر دے تاکہ نعوذ باللہ وہ اس کے ساتھ جہنم میں جائیں، اور جو شخص اس کے کفر و شرک میں نہیں پھنستا تو اسے گناہوں اور برائیوں کے دلدل میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب و عقاب سے دوچار ہو۔

شیطان رجیم ایسی مخلوق ہے جو انسان کے رگ و پے میں دوڑتا اور اثر انداز ہوتا ہے، اس کے سینے میں وسوسہ ڈالتا ہے اور برائیوں کی ملمع سازی کر کے خوشنما انداز میں پیش کرتا ہے تاکہ انسان دھوکہ کھا بیٹھے، شیطان کے کید و مکر سے بچنے اور محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے، کہ جب کوئی مسلمان غصہ میں آئے یا کسی گناہ کا ارادہ کرے تو ”أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“



(میں شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں) کہے اور غصہ پر عمل اور گناہ کا ارتکاب نہ کرے، اور یہ سمجھے کہ اس گناہ پر آمادہ کرنے والا اس کا ازلی دشمن شیطان رجیم ہے جو اس کی ہلاکت کے درپے ہے، پھر اس سے اپنی براءت و نفرت کا اظہار کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”بے شک یہ شیطان تمہارا دشمن ہے، سو تم اسے دشمن ہی سمجھتے رہو، وہ تو اپنے گروہ کو محض اس لیے بلاتا ہے کہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔“ [فاطر: ۶]

دشمن دوم: نفسانی خواہشات ہیں، اور انہیں میں سے وہ ہے جس کی بنا پر انسان حق کا انکار اور اس کو مسترد کرنے پر آمادہ ہوتا ہے، اور اپنی خواہشات نفسانی کے خلاف احکام الہی اور شریعت اسلامیہ کو بھی مسترد کر دیتا ہے، جذبات کو حق و انصاف پر ترجیح دینا بھی نفسانی خواہشات میں سے ہے۔ چنانچہ



اس دشمن سے حفاظت اور نجات کا طریقہ یہ ہے کہ اتباع نفس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، اور نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرے، بلکہ حق اور ہدایت کو قبول کرے اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہو، اگرچہ اس میں تلخی اور دشواری محسوس کرے، نیز شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرے۔

دشمن سوم: نفس امارہ ہے جو انسان کو ہمیشہ برائیوں پر اکساتا اور آمادہ کرتا ہے۔ کبھی کبھی انسان اپنے دل میں جو ناجائز خواہشات پاتا ہے، مثلاً زناکاری یا شراب نوشی یا بلا عذر رمضان کا روزہ نہ رکھنے یا اس جیسے دیگر گناہوں کی خواہش جنہیں اللہ نے حرام قرار دیا ہے یہ سب اسی نفس امارہ کی جانب سے ہوتا ہے۔ اس چھپے ہوئے دشمن کے مکر و فریب سے چھٹکارہ حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ



اپنے نفس اور شیطان کے شر و فتن سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور ان حرام کردہ شہوانی چیزوں کے ارتکاب سے پرہیز کرے اور رضائے الہی کے پیش نظر ان گناہوں سے مکمل اعراض کرے، جس طرح خواہش کے باوجود نقصان دہ چیزوں کے کھانے پینے سے پرہیز کرتا ہے، اور یہ ذہن میں رکھے کہ یہ ناجائز خواہشات عنقریب فنا ہو جائیں گی اور اس کے بعد حسرت اور مستقل ندامت سے دوچار ہونا پڑے گا۔

ادشمن چہارم: انسانی شیطان، اور یہ وہ گنہگار لوگ ہیں جو شیطان رجیم کے آلہ کار اور اس کے مددگار ہیں، جو گناہوں کے پیروکار ہیں اور اپنے ہم نشینوں کو اسی کی دعوت دیتے ہیں، چنانچہ ان کی مجلس سے دور اور ان سے متنبہ رہ کر شر و فتن سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

13- مسلمان کا مقصد حیات:



وہ اعلیٰ اور عظیم الشان اغراض و مقاصد جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو پیدا فرمایا ہے وہ دنیا کی زوال پذیر زیب و زینت اور اس میں عیش و عشرت نہیں، بلکہ اس حقیقی اور ہمیشہ ہمیش باقی اور قائم و دائم رہنے والے مستقبل کی تیاری ہے جو مرنے کے بعد نصیب ہوگا جسے ہم آخرت کی زندگی کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک سچا و پکا مسلمان دنیوی زندگی کو اخروی زندگی تک پہنچنے کا وسیلہ اور اس کی کھیتی تصور کرتا ہے اور اس کو بذات خود مقصود حقیقی نہیں سمجھتا۔

وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کو پیش نظر رکھتا ہے:

”ہم نے جنات اور انسان کو پیدا ہی اسی غرض سے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔“ [الذاریات: 56] مزید ارشادِ ربانی ہے: ”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ لے کہ اس نے کل کے واسطے کیا بھیجا ہے، اور اللہ سے



ڈرتے رہو، بے شک اللہ کو تمہارے اعمال کی پوری خبر ہے۔“ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا، سو اللہ نے خود ان کی جانوں کو ان سے بھلادیا، یہی لوگ تو نافرمان ہیں۔“ [اہل دوزخ اور اہل جنت برابر نہیں ہو سکتے، اہل جنت تو کامیاب لوگ ہیں۔] [الحشر: 18-20]

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: ”سو جو کوئی ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔“ اور جس کسی نے ذرہ بھر بھی بدی کی ہوگی اسے بھی دیکھ لے گا۔“ [الزلزلہ: ۷-۸]

مومن صاق ان جیسی تمام آیتوں میں غور و فکر کرتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے اغراض و مقاصد بیان فرمائے ہیں اور اس کے حقیقی مستقبل اور اصلی ٹھکانے کی طرف توجہ دلائی ہے جو اس کے منتظر ہیں، چنانچہ مرد مومن اس حقیقی مستقبل کی تیاری میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی



عبادت اور اس کی مرضیات پر چلنے میں مصروف ہو جاتا ہے تاکہ دنیا میں رضائے الہی اور آخرت میں جنت کا مستحق ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں اطمینان بخش زندگی نصیب کرتا ہے، وہ اللہ کی حفاظت میں رہتا اور اللہ کے نور سے دیکھتا اور اس کی عبادات و مناجات سے لطف اندوز ہوتا ہے اور اللہ ذکر سے اپنے دل و دماغ کو تقویت بخشتا ہے۔

اور قول و فعل کے ذریعہ لوگوں کے ساتھ احسان و بھلائی کرتا ہے تو لوگوں کی نیک تمناؤں اور دلی دعاؤں سے مشرف ہوتا ہے جس سے اس کو مزید خوشی اور انشراح قلب حاصل ہوتا ہے۔ دوسری طرف بعض لوگوں کی جانب سے احسان فراموشی دیکھتا ہے تو بھی وہ اپنی کرم فرمائی سے باز نہیں آتا، کیوں کہ اس کا مقصد رضائے الہی اور اجر و ثواب کا حصول ہوتا ہے، اسی طرح بعض اسلام دشمنوں کو دیکھتا کہ وہ



اس کا مذاق اڑا رہے ہیں اور اس کے دریچے آزار ہیں تو اسے انبیاء کرام کی سنت تصور کرتا ہے اور اسلام سے محبت اور سنت و شریعت پر استقامت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، اسی طرح مرد مومن کسب حلال کے لیے محنت و مشقت کرتا ہے، چنانچہ وہ دفتر یا دکان یا کارخانے یا کھیتی باڑی میں پوری محنت اور یکسوئی سے کام کرتا ہے تاکہ اپنے انتاج سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے، اور قیامت کے دن اپنے اخلاص اور نیک نیتی پر اجر و ثواب کا مستحق ہو، اور اس سے اپنے اہل و عیال کی کفالت کرے اور فقراء و مساکین پر خیرات و صدقات کرے اور اس طرح سے شریفانہ اور قناعت و بے نیازی کی زندگی گزارے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قوی اور کام کرنے والا مومن زیادہ پسندیدہ ہے۔ اسی طرح وہ فضول خرچی کئے بغیر کھاتا، پیتا اور سوتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی



عبادت کے لیے قوت حاصل کرے، وہ اپنی بیوی سے ملتا ہے تاکہ اسے اور اپنے آپ کو بھی محرمات سے محفوظ رکھے اور ایسی اولاد پیدا کرے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کریں، اور اور اس کی حیات اور مرنے کے بعد اس کے لئے دعا کریں اور اس کے لیے صدقہ جاریہ ہوں، اور امت محمدیہ میں اضافہ ہو، اور اس طرح وہ عند اللہ اجر و ثواب کا سزاوار ہو۔ مسلمان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کا شکر ادا کرتا ہے اور اس سے عبادت میں تقویت حاصل کرتا ہے اور اسے صرف اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تصور کرتا ہے، جس پر اس کو مزید نعمت دی جاتی ہے اور اجر و ثواب سے ہم کنار ہوتا ہے۔ دوسری طرف جب اس کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے جیسے فقر و فاقہ، خوف و مرض وغیرہ، تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی آزمائش سمجھتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ قضا و قدر پر اس کے صبر



ورضا کی صلاحیت دیکھ لے، حالاں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے باخبر ہے۔⁽¹⁾ چنانچہ مرد مومن صبر کرتا ہے اور رضائے الہی کو مد نظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہے، تاکہ اس اجر و ثواب کا مستحق ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے صابرین کے لیے رکھا ہے اور اس طرح سے مصیبت اس کے لیے آسان ہو جاتی ہے اور اس کو وہ بڑی خندہ پیشانی سے جھیل جاتا ہے جس طرح کوئی مریض تلخ دوا شفاء کے حصول کے پیش نظر نوش کر لیتا ہے۔

(1) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو امر و نہی کے ذریعہ مکلف کرتا ہے حالاں وہ جانتا ہے کون اطاعت گزار ہے اور کون گنہگار ہے، تاکہ یہ علم ظاہر ہو جائے اور ان کے عمل کے مطابق بدلہ دے اور گنہگار یہ نہ کہے کہ اللہ نے بغیر گناہ کیے مجھ کو سزا دے کر ظلم کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : اور تیرا رب بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔ [فصلت: 46]



اگر کوئی مرد مومن اپنی زندگی کو اس نہج پر ڈھال لے جس طرح اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنے قول و فعل سے واضح فرمایا ہے تو وہ ”حیات سعیدہ“ سے مشرف ہو جائے گا جسے کوئی تلخی مکدر نہیں کر سکے گی اور نہ موت ہی اس سے منقطع کرے گی اور یقیناً وہ سعادت دارین سے ہم کنار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”یہ عالم آخرت تو ہم انھیں لوگوں کے لیے خاص کر دیتے ہیں جو زمین پر نہ بڑا بننا چاہتے ہیں نہ فساد کرنا اور انجام (نیک) تو متقیوں ہی کا (حصہ) ہے۔“ [القصص: 83] اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: ”نیک عمل جو کوئی بھی کرے گا مرد ہو یا عورت بشرط یہ کہ صاحب ایمان ہو تو ہم اسے ضرور ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم انھیں ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ضرور اجر دیں گے۔“ [النحل: 97]



آیت کریمہ کی تشریح: اس آیت کریمہ میں اور اس جیسی تمام آیات میں اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ انسان صالح کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ان تمام اعمال صالحہ پر بہترین صلہ اور اجر و ثواب دے گا جو اس کی مرضیات کے حصول کے لیے کیا جائے، اور یہ صلہ اللہ تعالیٰ دنیا میں باسعادت زندگی عطا کر کے دے دیتا ہے اور آخرت میں جنت کی نعمتوں سے جو کہ ہمیشہ ہمیش کے لیے ہیں، ان سے سرفراز فرمائے گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

”مومن کا معاملہ عجیب و غریب طور پر خیر ہی خیر ہے، اگر اسے خوش کن بات پہنچتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے جو اس کے لیے باعث خیر ہوتا ہے، اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے جو اس کے لیے باعث خیر ہوتا ہے۔“⁽¹⁾

(1) مسلم (2999)، أحمد (4/332)، دارمی (2777)۔



مذکورہ تفصیلات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو فکر سلیم کا علمبردار اور اچھے اور برے کا سچا معیار ہے، اور وہ مکمل اور معتدل دستور حیات ہے، اور اس کے علاوہ تمام سیاسی و معاشی و معاشرتی اور تربیتی نظام حیات ناقص اور ناکام ہیں، اور ان تمام نظاموں کو اسلامی کسوٹی پر پرکھنا اور اس کی روشنی میں ان کی تصحیح کرنا چاہیے اور سارے اصول و ضوابط اور دستور وضع کرنے اور اختیار کرنے سے پہلے ان کا سرچشمہ اسلام کو بنانا چاہیے، اس کے بغیر اس دستور کی کامیابی ناممکن اور محال ہے، بلکہ اپنانے والوں کے لیے دنیا و آخرت کی بد بختی کا سبب بھی ہے۔



پانچویں فصل: بعض شبہات کا ازالہ:

[۱] اسلام کو نقصان پہنچانے والے لوگ دو قسم کے

ہیں:

پہلی قسم:

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور اسلامی برادری میں شامل ہونے کے دعوے دار ہیں، لیکن اپنے اقوال و اعمال سے اسلام کی مخالفت کرتے ہیں اور ایسی بد اعمالیوں کے شکار ہیں جن کا اسلام سے ادنیٰ بھی رشتہ نہیں، صحیح معنوں میں یہ ہرگز اسلام کے نمائندے نہیں ہیں اور نہ اسلام کی طرف ان کا انتساب درست ہے، اور ان کی بھی چند قسمیں ہیں:

(۱) فساد عقیدہ کے شکار لوگ:



وہ لوگ جو عقیدہ میں فساد کی وجہ سے قبروں کا طواف کرتے ہیں اور صاحب قبر سے حاجت روائی کی درخواست کرتے ہیں اور ان کے نفع و نقصان پہنچانے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔⁽¹⁾

(ب) بد اعمالی اور بد دینی کے شکار:

یہ فرائض اور واجبات کو چھوڑتے ہیں اور محرمات اور ممنوعات کا ارتکاب کرتے ہوئے شراب نوشی، زناکاری، وغیرہ کرتے ہیں، اور دشمنان اسلام سے محبت و قربت رکھتے ہیں اور ان سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

(ج) اعمال میں کوتاہی کے شکار:

(1) اور جیسے خوارج جو بے گناہوں کو اسلام کے نام پر قتل کرتے ہیں، حالانکہ عام طور پر یہ اسلام دشمن طاقتوں کے آلہ کار ہیں۔



وہ لوگ جن کے عقائد کمزور ہیں اور اسلامی تعلیمات پر وہ پوری طرح عمل پیرا نہیں ہیں اور بعض واجبات کی بجا آوری میں کوتاہی کرتے ہیں، لیکن مکمل طور پر نظر انداز نہیں کرتے، اسی طرح بعض ایسے محرمات کے مرتکب ہو جاتے ہیں جو کفر و شرک تک نہیں پہنچاتے، اور بعض بری عادتوں کے شکار ہوتے ہیں جنہیں اسلام نے حرام اور کبیرہ گناہ قرار دیا ہے، مثلاً دھوکہ دہی، وعدہ خلافی، حقد و حسد وغیرہ، تو ایسے لوگ اسلام کو ارادی اور غیر ارادی طور پر نقصان پہنچا رہے ہیں، کیوں کہ اسلامی تعلیمات سے ناواقف غیر مسلم یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ان برائیوں کی اجازت دیتا ہے۔

دوسری قسم:

یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام سے کسی طرح کا تعلق اور رشتہ نہیں رکھتے بلکہ اسلام کے بدترین دشمن ہیں اور اس سے



غیر معمولی حقد و حسد رکھتے ہیں اور اس کو نقصان پہنچانے کے ہمہ وقت درپے ہیں۔ چنانچہ یہ مستشرقین اور عیسائی مشنریاں، اور یہودی تنظیمیں اور اسی قسم کے دوسرے لوگ ہیں۔ جو اسلام کے تیزی سے پھیلنے اور اس کی جامعیت اور دین فطرت⁽¹⁾ ہونے کی وجہ اس کے ساتھ غیر معمولی حقد و حسد رکھتے ہیں۔ چنانچہ غیر مسلم شخص ذہنی انتشار و اضطراب میں رہتا ہے اور اپنے آبائی دین و مذہب سے غیر مطمئن رہتا ہے،

(1) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ”ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں“ بخاری (1292) اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہر بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے جس پر فطری طور پر ایمان رکھتا ہے، اگر اسے فطرت سلیمہ پر چھوڑ دیا جائے تو اسلام کو بغیر تردد قبول کرے گا، لیکن غلط تربیت اور برے ماحول کی وجہ سے وہ یہودیت یا نصرانیت یا مجوسیت یا اور کوئی باطل دین قبول کر لیتا ہے۔



کیوں کہ وہ غیر فطری دین کو اپنائے ہوئے ہے اور فطرتِ سلیمہ سے ہٹ کر زندگی گزار رہا ہے، بخلاف مسلمان کے کہ وہ اپنے دین و مذہب سے راضی ہو کر مسرور و مطمئن زندگی گزارتا ہے، کیوں وہ اللہ کے مشروع کردہ دینِ حق کو اپنائے ہوئے ہے جو اس کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اسی لیے ہر یہودی اور عیسائی بلکہ کوئی بھی باطل دین اختیار کرنے والے ہر شخص سے ہم کہتے ہیں کہ تمہارے بچے تو فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتے ہیں مگر کفر پر غلط تربیت کر کے تم انہیں اسلام سے نکال کر باطل دین پر لگا دیتے ہو۔

حسد اور کینہہ کیٹ سے بھرپور مستشرقین اور مشنریوں نے جان بوجھ کر اسلام او پیغمبر اسلام محمد ﷺ پر افترا پردازی کی۔

۱۔ کبھی تو آپ کی رسالت کی تکذیب کرتے ہیں۔



۲- اور کبھی آپ پر کیچڑ اچھالتے ہیں، حالاں کہ آپ ﷺ کی ذات اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمام جسمانی و اخلاقی عیبوں سے پاک و صاف ہے۔

۳- اسلام کے بعض احکام کی شبیہ مسخ کر کے، حالاں کہ وہ منصفانہ ہیں اور انہیں سب کچھ جاننے والے اور حکمت والے اللہ نے مشروع کیا ہے، اور اس سے ان کا مقصد لوگوں کو اسلام سے بدظن کرنا ہے۔

لیکن بایں ہمہ اللہ تعالیٰ ان کی سازشوں کو ناکام بنا دیتا ہے، کیوں کہ وہ حق کا مقابلہ کرتے ہیں، اور حق کی شان سربلندی ہے، مغلوب ہونا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں حالاں کہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا، گو کافروں کو (کیسا ہی) گراں گزرے۔“ ”وہ (اللہ) وہی ہے جس



نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس (اس) کو تمام دینوں پر غالب کر دے، گو مشرکوں کو (کیسا ہی) گراں گزرے۔“ [الص: 8-9]

[۲] اسلام کے مصادر:

جب کوئی شخص دین اسلام کی حقیقت کی صحیح معنوں میں معرفت حاصل کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اسلام کے سب سے اول سرچشمہ ”قرآن کریم“ کا مطالعہ کرے، پھر رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیحہ کو جو صحیح بخاری، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک، مسند امام احمد بن حنبل، سنن ابو داؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن دارمی وغیرہ میں مروی ہیں، پڑھے۔ اسی طرح سیرت ابن ہشام، تفسیر ابن کثیر، نیز امام ابن قیم کی کتاب ”زاد المعاد فی ہدی خیر العباد“ کا مطالعہ کرے، اس کے علاوہ ائمہ دعوت وتوحید مثلاً شیخ



الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی کتابیں پڑھے، وہی امام محمد بن عبد الوہاب جن کے ذریعہ سے اور امیر الموحدین محمد بن سعود کے تعاون سے بارہویں صدی ہجری میں اللہ تعالیٰ نے پورے جزیرہ عرب میں اور دیگر علاقوں میں بھی توحید پھیلانی اور شرک و بدعت کا قلع قمع کیا، اور بحمد اللہ آج تک اس کے اچھے اثرات پائے جاتے ہیں۔

مستشرقین اور بہت سی نام نہاد اسلامی جماعتوں کی وہ کتابیں جو اسلامی تعلیمات کی مخالفت کرتی ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا سلف صالحین کو سب و شتم کرتی ہیں یا ائمہ دعوت و توحید مثلاً علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور امام محمد بن عبد الوہاب کے خلاف افتراء پرداز کرتی ہیں، اور ان کی شان میں مختلف شکوک و شبہات پیدا کرتی ہیں، تو



ان کتابوں سے پرہیز کرنا چاہیئے کیوں کہ وہ گمراہی کی طرف لے جاتی ہیں۔

[۳] اسلامی مذاہب:

سارے مسلمانوں کا مذہب ایک ہے، اور وہ ہے مذہب اسلام، جس کا سرچشمہ قرآن کریم اور سنت مطہرہ ہے، اور جو فقہی مذاہب مشہور ہیں جیسے حنبلی، مالکی، شافعی اور حنفی، تو یہ فقہی مدارس ہیں جن کی ان ائمہ کرام نے اپنے اپنے شاگردوں کو تعلیم دی تھی، اور ان تمام فقہی مدارس کا مرجع قرآن اور حدیث ہے، اور ان میں جو تھوڑے سے اختلافات پائے جاتے ہیں وہ صرف بعض فروعی مسائل میں ہیں، اور خود ائمہ کرام نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دی تھی کہ جو قول قرآن و سنت کے دلائل کے موافق ہو روشنی میں ہے اسے



لے لیا جائے، اگرچہ اس کا قائل ان کے علاوہ کوئی اور کیوں نہ ہو۔

مسلمان ان مذاہب میں سے کسی بھی مذہب کا پابند نہیں، بلکہ قرآن و سنت کی اتباع اس کے لیے واجب اور ضروری ہے، اور جو لوگ ان مذاہب کی طرف اپنے کو منسوب کرتے ہوئے عقیدہ میں کج روی رکھتے ہیں اور درگاہوں وغیرہ کا طواف اور آستانوں کی زیارت کرتے اور ان سے مرادیں پوری کراتے ہیں اور باری تعالیٰ کی صفات میں تاویل کرتے اور ظاہری معنی سے ہٹ کر دوسرے معنی مراد لیتے ہیں تو یہ حضرات ائمہ کرام کے عقیدہ کی مخالفت کرتے ہیں، کیوں کہ ائمہ کرام کا عقیدہ وہی سلف صالحین کا عقیدہ تھا جس کی تفصیلات فرقہ ناجیہ کے ضمن میں گزر چکی ہیں۔

[۴] اسلام سے خارج فرماتے:



عالم اسلام میں کچھ ایسے فرقے نمودار ہوئے ہیں جو اپنے باطل عقائد اور گمراہ کن نظریات کی وجہ سے اسلام سے خارج ہیں، یہ فرقے اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب تو کرتے ہیں لیکن درحقیقت یہ اسلام سے خارج ہیں، کیوں کہ ان کے عقائد کفریہ ہیں، یہ اللہ، اس کی آیتوں اور توحید کے منکر ہیں۔ ان میں سے بعض فرقے یہ ہیں:

۱۔ باطنی فرقہ:

یہ فرقہ حلول اور تناسخ ارواح کا قائل ہے، نیز یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ نصوص شرعیہ کا ایک ظاہری اور دوسرا باطنی معنی ہوتا ہے، ظاہری معنی وہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و فعل سے واضح فرمادیا ہے اور سارے مسلمانوں نے اس پر اجماع کر لیا ہے، اور باطنی معنی اس کے برعکس ہے جس کی تحدید و تعیین اپنی خواہشات کے مطابق وہ خود



کرتے ہیں۔⁽¹⁾ فرقہ باطنیہ کی ابتدا اس طور پر ہوئی کہ جب اسلامی دعوت اپنے عروج پر پہنچی اور اسلام ایک طاقت بن کر ابھرا تو یہودیوں اور مجوسیوں اور بلاد فارس کے فلاسفہ کی ایک جماعت نے اسلام کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں میں نفاق و شقاق پیدا کر کے ان کو پاش پاش کرنے کی غرض سے ایک مذہب کا سنگ بنیاد رکھنے کا فیصلہ کیا، تاکہ اس کے ذریعہ سے قرآن کریم کے مفہوم و معانی میں تحریف و تبدیلی کی

(1) باطنی فرقے کے متعدد نام ہیں اور یہ کئی فرقوں میں بٹ گئے ہیں جو ہندوستان، شام، ایران، عراق اور بہت سے دوسرے ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں، جس کی تفصیل متقدمین میں سے علامہ شہرستانی نے اپنی مشہور کتاب ”الملل والنحل“ میں بیان کی ہے اور کچھ بعد کے مؤرخین نے بھی، ”قادیانیت“ اور ”بہائیت“ کو اسی فرقہ کی قسم قرار دیا ہے۔ اسی طرح استاذ محمد سعید کیلانی نے اپنی کتاب ”ذیل الملل والنحل“ اور شیخ عبد القادر شبیبہ الحمد نے اپنی کتاب ”الادیان والفرق والمذہب المعاصرة“ میں ان فرقوں کے بارے میں بیان کیا ہے۔



جائے اور اس طرح مسلمان باہمی طور پر اختلافات کا شکار ہو جائیں، چنانچہ اہل بیت کے ولاء اور ان سے محبت کے درپردہ انھوں نے ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی اور اپنے کو ان کا وفادار اور ان کے حقوق کا علمبردار باور کرایا تاکہ عوام کی ہمدردی حاصل کریں اور اس طرح سے جاہل عوام کی ایک بھاری تعداد ان کے ساتھ ہو گئی جنھیں انھوں نے گمراہ کر کے چھوڑا۔

2- قادیانی فرقہ:

ان گمراہ اور باطل فرقوں میں ”قادیانیت“ بھی ہے جو غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب ہے جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک فکری انارکی کی طرف برصغیر میں دعوت دی، غلام احمد قادیانی کو انگریزوں نے پوری طرح اپنے اغراض و مقاصد کے لیے استعمال کیا، چنانچہ وہ اور اس کے



متبعین برطانیہ کے پورے دور استعمار میں اس کے آلہ کار بنے رہے اور وہ انھیں بڑی فراخ دلی سے انعامات سے نوازتا رہا اور اپنے جود و کرم کے دروازے بالکل کھول دئے تھے۔ چنانچہ جاہل عوام کی ایک بڑی تعداد اس کی دعوت پر لبیک کہہ کر ایمان لے آئی۔ قادیانی بظاہر اسلام کا دعویٰ کرتے تھے لیکن وہ اسلام کو نیست و نابود کرنے کے درپے تھے۔ اور اپنی طاقت بھر لوگوں کو اسلام سے نکالنے کی کوشش کرتے تھے۔ غلام احمد قادیانی نے ”براہین احمدیہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں علانیہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اسلامی نصوص کی تحریف و تبدیلی کی تھی، چنانچہ اس نے یہ دعویٰ کیا کہ ”جہاد“ اسلام میں منسوخ ہو چکا ہے اور تمام مسلمانوں کو انگریزوں کے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہیے اور ان کا وفادار رہنا چاہیے۔ اس مدعی کذاب و دجال نے ”تریات



القلوب“ کے نام سے ایک اور کتاب لکھی جو اسی طرح کی گمراہیوں سے بھری پڑی ہے۔ یہ کذاب و دجال بے شمار لوگوں کو گمراہ و برباد کر کے ۱۹۰۸ء میں مرا، اور اپنا خلیفہ ”حکیم نور الدین“ نامی گمراہ شخص کو بنا کر چھوڑ گیا۔

۳۔ بہائی فرقہ:

بہائی فرقہ، باطنی فرقہ کی ایک فرع ہے جو دین اسلام سے خارج ہے، انیسویں صدی عیسوی کے شروع میں ایران کے ”علی محمد“ نے، اور ایک قول کے مطابق ”محمد علی شیرازی“ نامی شخص نے اس کی بنیاد ڈالی تھی، اس شخص کا پہلے شیعہ اثنا عشری فرقہ سے تعلق تھا، لیکن بعد میں اس سے الگ ہو کر ایک نئے دین و مذہب کی داغ بیل ڈالی اور مہدی منتظر ہونے کا دعویٰ کیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد اس نے یہ دعویٰ کیا کہ ”اللہ تعالیٰ اس کے اندر حلول کر گئے



ہیں، اور وہ الہ الناس ہو گیا ہے (اللہ تعالیٰ جلّ جلالہ و عز صفاتہ کی ذات پاک ان جنونی باتوں سے منزہ اور بالاتر ہے)۔ پھر اس شخص نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور قیامت کے دن حساب و کتاب، جنت و جہنم اور دار آخرت کی دوسری چیزوں کا انکار کیا اور عبادت اور ریاضت کا طور و طریقہ ہندوؤں جیسا اختیار کر لیا۔ پھر وحدت ادیان کے نظریہ کا داعی و مبلغ ہو گیا اور یہ کہنے لگا کہ یہودیت اور عیسائیت اور دین اسلام میں کوئی فرق اور اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ تینوں مذاہب ایک ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کا اور بہت سے اسلامی احکام کا بھی منکر ہو گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کا بہاء نامی وزیر اس کا جانشین ہوا جس نے اس کے دین و مذہب کی بڑی سرگرمی سے دعوت و تبلیغ کی اور جاہلوں کی ایک بڑی تعداد کو گمراہ



کر کے اس کا پیروکار بنایا اور بعد میں یہ فرقہ اسی کی طرف منسوب ہو کر بہائیت کے نام سے مشہور و معروف ہوا۔

4- دین اسلام سے خارج فرقوں میں ایک بڑا فرقہ وہ بھی ہے جو اسلام کا دعویٰ کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، اور حج وغیرہ کرتا ہے، لیکن بایں ہمہ یہ عقائد باطلہ رکھتا ہے کہ:

* حضرت جبریل علیہ السلام نے منصب نبوت اور مقام رسالت کو پہنچانے میں خیانت کی ہے اور انھوں نے رسالت کو بجائے علی رضی اللہ عنہ کے محمد ﷺ تک پہنچا دیا ہے۔ اس فرقہ کے بعض افراد کا کہنا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ ہی اللہ ہیں، چنانچہ وہ علی رضی اللہ عنہ کی اور ان کی اولاد و احفاد، ان کی بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی ماں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعظیم و تکریم میں غلو کرتے ہیں، بلکہ اللہ



کے ساتھ انھیں بھی معبود قرار دے رکھا ہے جنہیں یہ
 پکارتے ہیں، اور ساتھ ہی ان کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے
 ہیں کہ یہ لوگ لغزشوں سے معصوم ہیں، اور اللہ کے نزدیک
 ان کا مقام و مرتبہ رسولوں کے مرتبہ سے بڑھ کر ہے۔

یہ کہتے ہیں کہ وہ قرآن کریم جو آج امت اسلامیہ کے
 پاس ہے وہ حقیقی قرآن نہیں بلکہ اس میں کمی و بیشی کردی
 گئی ہے، اس لیے انھوں نے اپنا قرآن اس سے مختلف سمجھ
 رکھا ہے جس میں ان کی طرف سے کچھ مخصوص آیتیں اور
 سورتیں بھی ہیں۔ *انبیاء کرام کے بعد سے سے جلیل القدر
 شخصیات خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفہ دوم
 عمر الفاروق رضی اللہ عنہ، جو تمام مسلمانوں میں افضل ہیں،
 ان کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں اور انھیں طرح طرح کی
 گالیاں دیتے ہیں۔



* ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگا کر گالیاں دیتے ہیں۔

* علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے خوشی اور پریشانی کے وقت فریاد کرتے اور مدد طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان ہی سے دعا و استغفار کرتے ہیں۔ * انھوں نے اللہ تعالیٰ پر کذب و افترا سے کام لیا ہے اور اس کے کلام پاک کی تحریف و تبدیلی کے مرتکب ہوئے ہیں، حالاں کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ ان تمام خرافات سے پاک و منزہ ہے⁽¹⁾۔

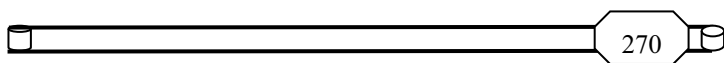
مفید مشورہ: مذکورہ بالا فرقے کافر فرقوں میں سے چند ہیں، جو اسلام کے دعویدار تو ہیں لیکن در اصل وہ اسلام کو

(1) یہ اپنے چہرے، سینے اور جسم پر زنجیروں اور چاقو سے مار کر اسلام شبیہ کو بگاڑتے ہیں۔



نیست و نابود کرنے میں لگے ہوئے ہیں، اس لیے اے عقل مند اور مسلمان آدمی! خواہ آپ کا تعلق دنیا کے کسی بھی گوشہ سے ہو، متنبہ رہیں کہ اسلام صرف دعوے کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام حقیقی، قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث کی معرفت اور اس کے مطابق عمل اور اطاعت و فرماں برداری کا نام ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں تدبر اور غور و فکر کرنا چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث اور اسلامی شریعت کا علم حاصل کرنا چاہیے اور پھر اس کے تقاضوں کے مطابق عمل پیرا ہونا چاہیے، اس کے بعد بندہ نور ہدایت سے بہرہ ور اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہو سکتا ہے جو اسے سعادت دارین سے ہم کنار اور رب العالمین کے جنات النعیم تک پہنچا سکتا ہے۔





نجات کی دعوت:

اخیر میں ہم ان تمام لوگوں سے جنہوں نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا ہے، حصول کامیابی اور راہ نجات کی دعوت دیتے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ:

اے انسان عاقل! مرنے کے بعد عذاب قبر اور عذاب جہنم سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

اور اللہ تعالیٰ کو رب جان کر اور رسول اللہ ﷺ کو نبی تسلیم کر کے اور اسلام کو دین حق مان کر اپنے آپ کو بچاؤ اور صدق دل سے کلمہ توحید ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کہہ کر دین اسلام قبول کر لو، پھر پانچوں نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ کی ادائیگی کرو، اور رمضان کے روزہ رکھو، اور حج بیت اللہ کرو اگر اس کی استطاعت رکھتے ہو۔



اور اپنے قبول اسلام کا اعلان کرو کیوں کہ دنیوی اور
 اخروی سعادت و نجات کے حصول کا صرف یہی ایک راستہ
 ہے۔⁽¹⁾

میں اللہ بالا و برتر کے نام کی قسم کھا کر جس کے علاوہ
 کوئی معبود برحق نہیں، کہتا ہوں کہ دین اسلام ہی دین حق
 ہے جس کے علاوہ کوئی دوسرا دین عند اللہ قابل قبول نہیں
 میں اللہ کو اور اس کے فرشتوں اور ساری مخلوق کو گواہ بنا کر ،
 کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ
 اللہ کے رسول ہیں اور اسلام ہی دین برحق ہے اور میں
 مسلمان ہوں۔

(1) دنیوی زندگی اچھی گزارے گا اور اخروی زندگی جنت میں گزارے گا۔



آخر میں اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہمارا اور ہماری آل و اولاد اور تمام مسلمان بھائیوں کا دین اسلام پر خاتمہ فرمائے اور جنت نعیم میں رسول اللہ ﷺ کی اور دیگر انبیاء، صحابہ کرام اور سلف صالحین کی صحبت نصیب فرمائے اور اخیر میں پھر دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہر اس شخص کے لیے نفع بخش بنائے جو اس کا مطالعہ کرے یا کسی سے سن کر اس کی معلومات حاصل کرے۔ ”اے اللہ تو گواہ رہ میں نے پہنچادیا۔“

اور اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے اور درود و سلام ہو ہمارے نبی محمد اور ان کے آل و اصحاب پر، اور تمام تعریفیں سارے جہان کے رب کے لئے ہیں۔



فہرست

- 3 مقدمہ اور ہدیہ
- 6 فصل اول: اللہ، خالق عظیم کی معرفت
- اللہ تعالیٰ نے جن صفات سے اپنی ذات پاک کو متصف کیا ہے
- 24 اور جن صفات کو رسول اللہ نے بیان فرمایا ہے:
- 27 جن و انس کے پیدا کرنے کا مقصد:
- موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے، حساب و کتاب، اعمال کے
- 31 مطابق جزا و سزا اور جنت و جہنم کا بیان:
- 44 فصل دوم: رسول اللہ ﷺ کی معرفت:
- 51 رسول ﷺ کے معجزات:
- 62 تیسری فصل: دین حق - اسلام - کی معرفت:
- 64 اسلام کی تعریف:



- 72 ارکانِ اسلام:
- 92 فرقہ ناجیہ:
- حکمرانی اور قانون سازی صرف اللہ کا حق ہے اس لیے کہ
 شارع ہی عدل و انصاف، رحمت اور فضیلت کا مرکز و محور ہے۔
- 98
- 100..... انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد:
- 106..... پکار:
- 108..... اسلام کا دوسرا رکن: ”نماز“ کا بیان:
- 114..... نماز کے احکام و مسائل:
- 127..... اسلام کا تیسرا رکن: زکوٰۃ :
- 131..... اسلام کا چوتھا رکن: صیام (روزہ):
- 137..... اسلام کا پانچواں رکن: حج :
- 145..... مواقیت:



- 147..... احرام باندھنے کا طریقہ:
- 151..... ممنوعات احرام:
- 164..... ایمان:
- 168..... قضاء و قدر پر ایمان کا مطلب:
- 172..... دین اسلام کا کامل ہونا:
- 177..... چوتھی فصل: اسلامی منہج:
- 177..... ۱- علم:
- 180..... ۲- عقیدہ:
- 181..... 3- لوگوں سے رابطے میں رہنا:
- 186..... 4- مرد مومن کے مراقبہ اور قلبی واعظ کے متعلق:
- 188..... ۵- اسلام کا اجتماعی کفالتی اور تعاونی نظام:
- 192..... ۶- داخلی سیاست:



- 7- اسلام کی خارجی سیاست: 200
- 8- اسلام میں آزادی: 205
- (ا) مذہبی آزادی: 205
- (ب) فکری آزادی: 213
- (ج) انفرادی آزادی: 214
- (د) رہائشی آزادی: 218
- (ه) معاشی آزادی: 219
- 9- اسلام کا عائلی نظام: 220
- (الف) والدین کے حقوق: 220
- (ب) زوجین کے حقوق: 221
- 10- اسلام کا نظام حفظانِ صحت: 233
- 11- معیشت، تجارت، صنعت اور زراعت: 235



- 12- پوشیدہ دشمن اور ان سے حفاظت کا طریقہ: 236.....
- 13- مسلمان کا مقصد حیات: 240.....
- پانچویں فصل: بعض شبہات کا ازالہ: 250.....
- [۱] اسلام کو نقصان پہنچانے والے لوگ دو قسم کے ہیں: 250.....
- پہلی قسم: 250.....
- دوسری قسم: 252.....
- [۲] اسلام کے مصادر: 256.....
- [۳] اسلامی مذاہب: 258.....
- [۴] اسلام سے خارج فرقے: 259.....
- ۱- باطنی فرقہ: 260.....
- 2- قادیانی فرقہ: 262.....
- ۳- بہائی فرقہ: 264.....



نجات کی دعوت:..... 271

فہرست 274





موسوعة المصطلحات الإسلامية
TerminologyEnc.com



موسوعة تضم ترجمات المصطلحات الإسلامية وشروحها بعدة لغات



موسوعة الأحاديث النبوية
HadeethEnc.com



موسوعة تضم ترجمات للأحاديث النبوية وشروحها بعدة لغات



موسوعة القرآن الكريم
QuranEnc.com



موسوعة تضم تفاسير وتراجم موثوقة لمعاني القرآن الكريم

IslamHouse.com



مرجعية مجانية إلكترونية
موثوقة للتعريف بالإسلام



منتقى
المحتوى الإسلامي



موسوعة تضم المنتقى من
المحتوى الإسلامي باللغات

الإسلام 100 لغة بأكثر من لغة

جمعية خدمة المحتوى
الإسلامي باللغات



جمعية الدعوة
وتوعية الجاليات بالربوة

